دھمال کا جواز

مصنف

فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

بااہتمام مولانا حمزہ علی قادری

ناشر عطاری پبلشرز مدینۃ المرشد

47,48 0320-4333547

دھمال کا جواز

تصنیف: فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین،

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ تعالیٰ وحدہ واصلوٰۃ والتسلیم علیٰ من لا نبی بعدہ

وعلی الہ واصحابہ واحزابہ وعلی اولیا ئہ وعلمائہ واحبابہ

اما بعد! صوفیہ کرام کا ہر قول وفعل روحانیت کے لئے اکسیر کا کام کرتا تھا اور کرتا ہے لیکن جب سے ابن تیمیہ نے ان سے بدظنی پھیلانی شروع کی اور مصنوعی صوفیوں اور جاہل پیروں نے جلتی پر مٹی کا تیل چھڑک دیا تو اب ہر ان کے ہر صحیح عمل و فعل اور قول سے نہ صرف انحراف بلکہ جی بھر انہیں گمراہ کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کرام میں عرصہ سے وجد و دھمال جاری ہے جو انکے سوز و گداز پر شاہد عدل ہے۔ اسے یار لوگوں نے ناچ اور دیگر گندے فواحش سے تعبیر کیا فقیر کے قلم کو چین نہ آیا۔ چند سطور وجد و دھمال کے ثبوت میں پیش کر دیئے تا کہ ان کے معمولات کو غلط تعبیرات سے ان سے سوءِ ظنی نہ پھیلا سکیں اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو کہ سچا صوفی اور حق کا ولی کون ہے اور جھوٹا، فریبی، مکری پیر کون؟

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور پاکستان

۱۴ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۸۸ء بروز بدھ

مقدمہ

ہر فن کی اپنی اصطلاح ہے اسے دوسری اصطلاح میں استعمال کیا جائے تو مطلب بگڑ جاتا ہے اسی لئے ضروری ہے کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح ذہن نشین کر لیں۔

(۱) وجد (۲) وجود (۳) تواجد (۴) دھمال۔ یہ الفاظ متبرکہ اصطلاح صوفیہ کرام قدس اسرارہم کے ہیں۔ اپنی مجالس ذوقیہ و تقاریر نوریہ میں اپنے متعلقین کے ساتھ محاورات گفتگو میں استعمال فرماتے تھے۔ نیز اپنی تصانیف رسائل و کتب تصوف میں ان الفاظ کی تحقیق و معانی انیقہ کی تشریح بھی اپنے ہم زمان اہلِ عرفان کو سمجھاتے رہے جب تک اُولیاء اللہ تعالیٰ سے وابستہ رہے ان کی صطلاحات میں کسی قسم کا انکار یا شک وشبہ نہ تھا لیکن ایک عرصہ سے اعدائے صوفیہ کی تحریک نے شبہات کھڑے کر دیئے۔

یاد رہے کہ حضرات صوفیہ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا لیکن حق کی محبت مفقود ہونے کی وجہ سے خود اہل حق بھی مفقود ہیں یعنی وہ وادیٔ گمنامی میں چھپے بیٹھے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دنیا میں نہیں۔ اگر وہ دنیا میں نہ رہے تو دنیا میں تالتفات بھی نہ رہیں گی۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ کمی علم کی وجہ سے نہ تو کتب تصوف، متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ مثلاً تالیفات شیخ اکبر، عارف ربانی ابن عربی قدس سرہ و عارف ابن الفارض قدس سرہ وغیرہما حضرات صوفیاء کرام کے مطالعہ کی جرأت اور نہ ہی کوئی ضرورت اور نہ وہ کتابیں نصابِ تعلیم میں داخل، نوزائیدہ مذاہب نے صوفیہ دشمنی میں کسر نہ چھوڑی ادھر ہماری کوتاہی کہ ہم نے اپنے اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے تعارف میں کوئی کام نہ کیا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ نوزائیدہ مذاہب نے کچھ ایسے تاثرات پیدا کر دیئے ہیں کہ جو مولوی و مسٹر علوم عربیہ میں قدم رکھتا ہے فارغ التحصیل ہونے سے پہلے گستاخی اور بے ادبی اور تشدد سوء الخلقی میں بغیر امتحان دیئے دلانے کے نمبر اول حاصل کر لیتا ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں

از خدا خواهم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطیف رب

بے ادب خود را نہ تنہا کرد بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

اللہ تعالیٰ سے ہم ادب کی توفیق کا سوال کرتے ہیں اس لیے کہ بے ادب لطفِ رب سے محروم ہے۔

بے ادب نہ صرف اپنے لیے برائی پھیلا رہا ہے بلکہ اس نے زمانہ بھر کو آگ میں جھونک دیا۔

اسی لیے اب سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ ہم صوفیہ کرام کی اصطلاحات کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کریں تاکہ کسی بے ادب و گستاخ کو صوفیہ کرام پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو فقیر اپنی استعداد پر صرف اسی اصطلاح وجد و دھمال و تواجد کے بارے

میں کچھ عرض کرتا ہے۔

وجد: اصطلاح صوفیہ میں وہ احوالِ صادقہ جو قلب پر اس وقت وارد ہوں جب کہ قلب شہود میں فانی ہو۔

تواجد: تکلف کر کے اپنے اوپر وجد لانا اس ارادہ پر کہ وجد کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

دھمال: بے ساختہ ناچنے کی سی صورت بنانا۔

حکم شرعی: بے ساختہ و بلا ارادہ وجد ورقص کا صدور ہو تو جائز ہیں ہاں اس میں دکھاوا یعنی ریا و سمعہ (شہرت) سے ہو تو حرام ہیں۔ یہی حکم تواجد کا ہے۔

دھمال: ناچنا خود ہی برا عمل ہے لیکن بے خودی و بیہوشی اور غیر ارادی طور پر ہو تو جائز ہے ان ہر ایک کی تفصیل آتی ہے۔

دھمال و وجد کی ابتداء

یہ سلسلہ سامری (گمراہ) سے جاری ہوا تفسیر روح البیان میں ہے کہ سامری نے زیورات کو آگ میں پگھلا کر بچھڑا تیار کر لیا اس لیے کہ وہ زرگر تھا۔ سونا چاندی کا کام خوب جانتا تھا۔ پھر اس بچھڑے کے منہ میں مٹی کی چٹکی ڈالی جو کہ اُس نے جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کے نیچے سے اٹھائی تھی اور وہ گھوڑی حیات تھی کہ جہاں اس کا پاؤں لگتا وہ جگہ سرسبز ہو جاتی سامری نے یہ مٹی یا تو دریا کو عبور کرنے سے پہلے یا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جاتے وقت اٹھائی ہوگی۔ جب اس سونے کے بناوٹی بچھڑے میں سامری نے مٹی ڈالی تو وہ ذی لحم اور ذی دم ہو گیا اور وہ گائے کی سی آواز کر کے بچھڑے کی طرح بھاگنے کودنے لگا۔ سامری نے کہا اے بنی اسرائیلو! یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے۔

اُس وقت بنی اسرائیل کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ بارہ ہزار افراد کے سوا باقی سب بچھڑا پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

وجد و دھمال

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ سامری نے بچھڑے کو کھوکھلا کر کے تیار کیا اس میں مخصوص طریقے کی ڈاڑھیں رکھیں پھر اُسے ہوادار جگہ پر رکھ دیا۔ جب ہوا اس کے اندر جاتی تو اس گائے سے ایک مخصوص آواز نکلتی جس سے بنی اسرائیل کو وہم گزرا کہ یہ زندہ ہے بنی اسرائیل بچھڑے کی یہ پرکیف حالت دیکھ کر اس کے گرد جمع ہو کر رقص کرتے۔

(غلط کار صوفی) حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں کہ اُن سے سوال ہوا کہ ایک ایسی قوم جو کسی مکان میں بیٹھ کر قرآن پڑھتی ہو۔ پھر وہ اپنے اس اجتماع میں اشعار گائیں اور اُن سے رقص کر کے سرور مستی کا اظہار کریں اور ساتھ طبل بجائیں کیا ایسے لوگوں کی محفل میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔ انہوں نے فرمایا ایسے غلط کار صوفیوں کا مذکورہ بالا طریقہ نہ

صرف جہالت بلکہ باطل محض اور سراسر گمراہی ہے۔ اسلام صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے۔ رقص اور وجد مذکور کا طریقہ سامری کے یاروں کا ایجاد کردہ ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ بچھڑے کی آواز سن کر بنی اسرئیل جھومنے لگے اور رقص اور وجد کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا وجد و دھمال کا طریقہ کافروں اور بچھڑے کے پجاریوں کا ہے اسلام وقار اور سکون سکھاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوتے ایسے محسوس ہوتا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

بادشاہوں اور سلطنت کے ذی اثر افسروں پر لازم ہے کہ ایسے غلط کار نام نہاد صوفیوں کو مسجدوں میں نہ آنے دیں اور نہ مسلمانوں کی دوسری تقاریب میں تاکہ عوام میں اُن کا برا اثر نہ پھیلے اور نہ کسی مسلمان کے لیے جائز ہے کہ اُن کی مجلسوں میں جائے اور نہ ہی اُن کی کسی قسم کی مدد کرے۔ یہی امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر ائمہ کا مذہب ہے۔

(کذا فی حیاۃ الحیوان)

(**مسئلہ**) انصاب الاحتساب میں ہے کہ سماع (مزامیر وغیرہ) پر رقص ناجائز ہے۔

(**مسئلہ**) ذخیرہ میں ہے کہ سماع پر رقص وغیرہ گناہ کبیرہ ہے۔

صوفیہ کرام کا وجد اور دھمال

مشائخ صوفیہ کرام یعنی اولیاء عظام کے ہاں وہ وجد دھمال مباح ہے جس میں دھمال کرنے والا اتنا مدہوش ہو کہ اُسے اپنی بھی خبر نہ ہو اور اس کی ہر حرکت رعشہ کے بیمار جیسی ہو۔ اسی طرح سماع (بلا مزامیر) بھی وہی جائز ہے جو قرآنی آداب اور وعظ ونصیحت کے طور پر ہو۔ اگر عام قوالی کی طرح ہو تو حرام ہے اس لیے کہ مروجہ قوالی (سماع) حرام ہے۔

حلال سماع کے شرائط

مشائخ صوفیا کرام کے نزدیک سماع اس شخص کے لیے مباح ہے جو خواہشات نفسانیہ سے آزاد اور تقوی وطہارت کی تصویر ہو اور اسے سماع کی ایسی ضرورت محسوس ہو جیسے بیمار کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے سماع کے متعلق مشائخ نے چند شرائط قائم فرمائی ہیں۔

(۱) مجلس سماع میں کوئی بے ریش لڑکا نہ ہو (۲) اس میں سب کے سب اہل ہوں جنہیں سماع کے آداب سے واقفیت اور شرع مطہرہ کے عاشق ہوں۔ خلاصہ یہ کہ ان میں کوئی فاسق وفاجر نہ ہو اور نہ کوئی اہل دنیا ہو اور نہ کوئی عورت (۳) قوال کی نیت میں بھی اخلاص ہو وہ اُجرت کے طور یا کسی لالچ پر قوالی نہ کرے (۴) طعام یا فتوحات کی لالچ میں ان (صوفیوں) کا اجتماع نہ ہو (۵) وجد و دھمال کی اجازت صرف صاحب حال کو اور وارفتگی میں تصنع کے مرتکب کو کسی قسم کی اجازت نہ ہو (۶) وجد کرنے کے

لیے صرف صاحب وجد کھڑا ہو باقی خواہ مخواہ نہ اٹھیں۔ حضرت شیخ عمر بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ موسوم بہ نظم ''الدر'' میں فرمایا۔

اذھام شوقا بالمناعی وھم ان　　یسکن بالتحریک وھو بمھدہ

یطیر الی اوطانہ الا ولیہ　　اذا انا لہ ایدی المربی بھزۃ

ترجمہ مع شرح از امام قاشانی

جب ولی کامل حیران و مضطرب ہو کر مرکز اصلی اور وطن اولیٰ کی طرف سرور کے نغموں کی وجہ سے اُچھلتا ہے یا اس کی روح کا پرندہ چاہتا ہے کہ اپنے اصلی اور ازلی گھونسلے کو جائے تو اُسے اس کا مربی و مرشد تھپکیوں سے مہد میں سلا دیتا ہے۔ اس وجہ سے پھر وہ اضطراب اور اُچھلنے کودنے سے سکون اختیار کر لیتا ہے اس سے شیخ کا مقصد صرف سماع کے فوائد کا اظہار ہے اور بتاتا ہے کہ کاملین کا دھمال اور وجد اور ان کا اُچھلنا کودنا خالی از اسرار نہیں وہ یہی ہے کہ کامل کی روح سماع کے وقت وطن اصلی کی طرف جانا چاہتی ہے۔ بلکہ بدن سے نکل کر اس عالم قدس میں پہنچنے کے لیے بیتاب ہو جاتی ہے لیکن عالم دنیا کا نظام اسے تھپکیاں دے کر ساکن کر دیتا ہے کہ ابھی تمہارے جانے کی دیر ہے۔ وہ اس لئے کہ قادر مطلق نے اس کا میعاد مقرر کیا ہے اس سے پہلے جانے کی اجازت نہیں ہے اور یہ عزیز حلیم کے مقرر کردہ حدود ہیں۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔

مکن عیب درویش مد ھوش و مست　　کہ غرقست ازاں می زند پا دوست

نگویم سماع اے برادر کہ چیست　　مگر مستمع را بدا نم کہ کیست

گراز برج معنے پر و طیر او　　فرشتہ فروما نداز سیراؤ

اگر مرد بازی و لھو است و لاغ　　قوی تر شود و یوش اندر دماغ

چہ مرد سماعست شھوت پرست　　بآواز خوش خفتہ خیز دنہ مست

فائدہ

حضرت سروری نے فرمایا کہ چونکہ سماع حرکت کا سبب بنتا ہے اس لیے حرکت کو سماع کہا جائے گا۔ گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا جاتا ہے۔

فائدہ

جب کسی کی خوش آواز سے حالت غیر ہو جائے تو اس حالت غیر کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں وجد کہا جاتا ہے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

پس غذائے عاشقاں آمد سماع — کہ درو باشد خیال اجتماع
قوتے گیرد خیالات ضمیر — بلکہ صورت گرد و داز بانگ صفیر

سچے صوفیوں کی اقسام

یاد رہے کہ وجد بھی متلون اور مبتدی کو ہوتا ہے اور منکر (یعنی منتہد وجد سے کوسوں دور ہوتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے اپنی آخری عمر میں سماع سے توبہ فرمائی تھی۔

صوفیوں کی تین اقسام ہیں (۱) منواجد (۲) اہل وجد (۳) اہل وجود۔ پہلا وہ مبتدی صوفی ہے جسے ضعیف انجذاب ہوتا ہے دوسرا متوسط ہے جسے قوی انجذاب ہوتا ہے۔ تیسرے ایسے ہی انجذاب قوی ہوتا ہے۔ لیکن وہ ظاہری طور اُچھلتا کودتا نہیں بلکہ معنوی طور اندرون خانہ بگملہ باؤ کی ہے جو صرف اسے معلوم ہوتا ہے۔ اُس کی کیفیت یہ کہ کراما کاتبیں راجہ خبر میست

سبق

عشق اور وجد اور رقص سماع کے وقت وجد ورقص کی حرکت میں صداقت ضروری ہے (ورنہ صداقت نہیں)

خلاصہ کلام

علماء کرام میں سماع کے متعلق اختلاف ہے بعض جواز کے قائل ہیں بعض انکار کرتے ہیں اس کے بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ چونکہ سالکین راہ حق مختلف طبائع رکھتے ہیں بنا بریں ہوتا ہوا ہے پابند ہوا اس میں سماع کی اہلیت ولیاقت بھی تو اس کے لیے سماع وجد ورقص وغیرہ جائز ہے ورنہ ناجائز۔

فائدہ

حضرت الشیخ افتادہ آفندی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور شیخ الحاج بسیرم ولی قدس سرہ کے سلسلہ میں وجدو دھمال وغیرہ کا کوئی جواز نہیں اس لئے کہ یہ اُمور ان مبتدیوں کے لیے متعین کئے گئے جنہیں وساوس وخواطر شیطانی ونفسانی حائل ہوں اور ہمارے ہاں ان کا توحید سے بہتر علاج موجود ہے اور حضور سرور عالم ﷺ نے بھی توحید کی تلقین پر زور دیا ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسمی عبدالمومن نے افلاک کی بازگشت سنی تو اس سے اس نے فن موسیقی تیار کرلیا۔ یہی وجہ ہے کہ موسیقی کے اُصول بروج کے مطابق بارہ ہیں۔ لیکن اُن کی صدا ایک طرز پر ہے مگر حضرت انسان اس

سے بھی مزید قابلیت رکھتا ہے۔ (کذافی الواقعات الحمودیہ)

قاعدہ

اس سے ثابت ہوا کہ جلوتیہ (بفتح الجیم) طریقہ میں نہ سرور ہے نہ وجد اور نہ دھمال۔ اس میں توحید کا راز کافی ہے اور پھر ذکر و فکر کہ اٹھتے بیٹھتے اس پر مداومت کی جاتی ہے۔ جو چند شرائط و آداب پر مشتمل ہے (**فائدہ**) البتہ سماع اور وجد و دھمال (خلوتیہ بفتح الحاء) کے طریقہ میں شامل ہے کہ وہ اس کو اپنے اکابر اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی سے موروثی طور پر عامل ہیں۔ لیکن اُن کے نزدیک بھی اگر شرائط و آداب کی پابندی کے ساتھ ہو تو ممدوح و مفعول ہے ورنہ مذموم و مردود۔

صاحب روح البیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کو سماع کا خوگر پاتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ شرائط و آداب بجالانا تو بڑی بات ہے الٹا سماع کی اصلی غرض کے خلاف چلتے ہیں۔ (**سبق**) دانا پر لازم ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے جس میں اس کی سلامتی اور فلاح ہو۔ خواہ مخواہ آوارہ گفتگو اور بیکار قیل وقال سے احتراز کرے اور نہ ہی بلا وجہ کسی سماع کے عاشق و عامل پر اعتراض کرے اس لئے کہ " لکل زمان رجال و لکل رجال مقام و حال " ہر زمانہ میں مردانِ خدا ضرور ہوتے ہیں اور ہر مردِ مولٰی کا اپنا اور انوکھا حال ہوتا ہے۔ ہمیں اُن پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرنی چاہیے۔

سچے جھوٹے صوفی کی پہچان

حضرت شیخ ابوالعباس رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص تصوف کا دم بھرتا ہو اور پھر ظالم اور فاسق فاجر لوگوں کے مال سے پیٹ کا تنور بھرتا ہو تو سمجھ لو کہ کذاب اور یہودیت کا کھلونا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالٰی نے فرمایا " سماعون للکذب اکالون للسحت" جھوٹ سننے کے عادی اور حرام کھانے کے خوگر ہیں۔

سبق

حضرت الشیخ الحاتمی نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں نہ سماع جائز ہے اور نہ ہی ایسے شیخ کو مقتدا بنایا جائے جو سماع کا قائل ہے اس لیے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مجالس سماع میں حسین وجمیل بے ریش لڑکے اور عورتیں شامل ہوتی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ یہ سب راہ سلوک کے لیے ایک بڑی آفت ہیں۔ بلکہ ان کی صحبت اور اُن کے ساتھ میل جول سالک کے لیے زہر قاتل ہے بلکہ یہی بیماری ہے جو سالک کو آناً فاناً تباہ و برباد کر دیتی ہے اس لئے کہ یہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا بہترین آلہ ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے شیطان کے مکر تباہی سے مانگتے ہیں۔ وہی طریق وصال کا ہادی اور اپنی ذات و صفات سے پردے ہٹانے والا اور اپنے جلال و جمال کے بعد کمال تک پہنچانے والا ہے وہی سب کا مالک اور ہر

طریق کا رفیق ہے۔

اصطلاحی وجد، تواجد، دھمال

وجد کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ یہ کیفیت سماع (اصطلاحی) یعنی حقیقت حال تک پہونچانے والی بات کو سمجھنے اور اسے قلب پر ڈھانے کے بعد ہوتا ہے اس کے بعد آپ نے مختصر سی بحث کے بعد فرمایا کہ سماع (اصطلاحی) یا مذکورہ بالا طریق سے کوئی بات سنے تو سننے والا اپنے اندر ایک نئی حالت پائے یہ دو قسم ہے (۱) اس کا انجام مکاشفات و مشاہدات ہو (۲) تغیرات احوال۔ یہ ذوق اور خوف و حزن و قلق و سرور اور افسوس و ندامت اور بسط و قبض کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دراصل یہ وجد، قلب کی صفائی پر سماع یعنی مبنی بر حقیقت بات سننے کے وقت ہاتف کی آواز سنائی دیتی ہے تو وجد کی کیفیت ہو جاتی ہے وجد کی کیفیت کبھی بیان کی جاسکتی ہے اور کبھی بیان نہیں کی جاسکتی۔

تواجد

یہ بھی وجد ہی ہے صرف فرق یہ ہے کہ وجد خود بخود دورہ ہوتا ہے تو اجد بتکلف وہ کیفیت پیدا کرنی پڑتی ہے۔

(احیاء العلوم)

یہ دو قسم ہے (۱) ریا کے طور کیا جائے یہ مذموم ہے اس کی مذمت اس طرح ہے جو ریا و سمعۃ کی ہے (۲) اہل وجد کی کیفیت کی تحصیل کی مشق کا ارادہ ہو کہ اس طرح سے اسے اصلی وجد کی کیفیت نصیب ہو جائیگی۔ یہ اگرچہ جائز ہے لیکن محققین صوفیہ کرام نے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ اسکے جواز و عدم جواز میں اختلاف کیا جائے چنانچہ رسالہ قشیریہ مصنفہ امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازان القشیری ص ۲۶ میں ہے کہ

ومن ذلك التواجد و الو جدو الوجود) فالتواجد استدعاء الوجد بضرب اختيار و ليس لصاحبه كمال الوجد اذلو كان لكان واجد اوباب التفاعل اكثره على اظهار الصفة و ليست كذالك قال الشاعر اذا تحازرت ومابى من حزر ثم كسرت العين من غير ماعورقال البعد الضعيف قوله تحازرت الخ قال فى الصراح تحازر الرجل اذا ضيق جفنه ليحدو االنظر كقو لك تعالىٰ و تجاهل۔

انہی میں سے ہے یعنی بعض الفاظ اصطلاحیہ صوفیہ کرام میں سے وجد و تواجد و وجود ہیں۔ پس تواجد اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے اختیار و ارادہ سے اظہار وجد کرے اور حقیقت میں اسکو حالت وجد نصیب نہ ہو۔ کیونکہ اگر اس کو وجد نصیب ہوتا تو وہ خود واجد ہوتا۔ کسی تکلف کی ضرورت نہ تھی۔ عبد ضعیف کہتا ہے کہ قولہ تحازر الخ از باب تفاعل ہے (ایسے ہی تواجد بھی

ازتفاعل ہے اور باب تفاعل اکثر ایسی صفت کو ظاہر کرنا (جواس میں نہ ہو) کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شاعر فرماتے ہیں۔ میں نے تنگی چشم کو قصداً ظاہر کیا حالانکہ مجھ میں تنگی چشم نہ تھی۔ پھر میں نے آنکھ توڑ کر دیکھا بغیر اس کے کہ مجھ میں ایک چشمی آنکھ ہوتی غرضیکہ خلاف واقعہ قصداً تکلف سے سب کچھ کرتا رہا۔ یعنی محاورہ باب تفاعل تحازر اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص پلک چشم تنگ کر کے تیزی نظر چاہتا ہے، جیسا کہ بینا کو نابینا بتانے میں تعامیٰ کہا جاتا ہے یعنی اپنے تیئں نابینا ظاہر کرنا اور عالم اپنے آپ کو بطور تجاہل عارفانہ جاہل کہا کرتا ہے یعنی اپنے آپ کو جاہل ظاہر کرنا۔

غرضیکہ تواجد میں تکلف سے وجد کرنے کو دخل ہوتا ہے حقیقت میں وجد کرنے والے کو حقیقۃً وجد یہ نصیب نہیں ہوتی۔

بہر حال صحیح وجد میں تو کسی کو اختلاف نہیں تواجد میں ہے۔

تواجد کے جواز و عدم جواز کی بحث اور فیصلہ

(۱) ابن ماجہ اور حاشیہ ابن ماجہ میں ہے۔

فقوم قالو ا التواجد غیر مسلم لصاحبه لما یتضمن من التکلف و یبعد عن التحقیق ؕ وقوم قالوا انه مسلم للفقراء المجر دین الذین تو صدو ا لوجدان هذا المعانی و اصلهم خبر الرسول ﷺ ابکوا فان لم تبکوا فتبا کوا الحدیث، قال العبد الضعیف قوله واصلهم خبر الرسول ﷺ یعنی ما رواه ابن ماجة عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله ﷺ ابکوا فان لم تبکوا فتبا کوا۔

(ابن ماجہ باب البکاء ص ۳۱۹ جلد ثانی مطبع مجتبائی)

(۱) بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ تواجد یعنی تکلف سے وجد کرنا غیر مسلم و نامناسب ہے کیونکہ تواجد میں تکلف ہے اور تحقیق سے بعید ہے۔ (۲) بعض علماء و صوفیہ کرام تواجد کو مسلم اور جائز سمجھتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے لئے جن کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ہم تکلف سے تواجد کرتے کرتے وجد کے عادی ہو جائیں گے اور اس تکلف سے ان کی غرض صحیح اور شرعی اصول کے ماتحت انتظار وجد ہے اور استدلال ان کا اس حدیث سے ہے جس میں الفاظ متبرکہ ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا موجود ہیں۔

(حاشیه) قوله ان لم تبکو ا فتبا کو االحدیث ای تکلفوا لبکاء لتذکرا لا خرة فانه من تشبه بقوم فهو منهم انجاح الحا جه فی شرح ابن ماجه۔

عبد ضعیف کا عرض ہے کہ یہ وہ حدیث شریف ہے جس کو سنن ابن ماجه شریف جلد ثانی باب الحزن والبکاء میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ رویا کرو اگر تم رو نہیں سکتے تو تکلف سے رونے کی شکل بنا کر رویا کرو اور اسی معنی کو انجاج الحاجةفی شرح ابن ماجه میں تصریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

کہ جو شخص جس قوم کی نقل اُتارے گا اسی قوم میں واصل ہو کر روز قیامت میں اٹھیگا۔

(۲) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ مصریہ صفحہ ۳۷ پر ارشاد فرماتے ہیں

والحكاية المعروفة لابى محمد الجريرى رحمة الله تعالىٰ انه قال كنت عند الجنيد و هناك ابن مسروق وغيره و ثم قوال فقام ابن مسروق وغيره والجنيد ساكن فقلت ياسيدى مالك فى السماع شيئى فقال الجنيد وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب ثم قال وانت يا ابا محمد مالك فى السماع شيئى فقلت ياسيدى انا اذا حضرت موضعاً فيه سماع و هناك محتشم امسكت على نفسى وجدى فاذا خلوت ارسلت وجدى فتواجدت فا طلق فى هذه الحكاية التواجد و لم ينكر عليه الجنيد سمعت الاستاذ ابا على الدقاق رحمة الله عليه يقول لما راعى ادب الاكابر فى حال السماع حفظا لله عليه و قته لبركات الادب حتى يقول امسكت على نفسى وجدى فاذا خلوت ارسلت وجدى فتواجدت لانه لا يمكن ارسال الوجد اذا شئت بعد ذهاب الوقت و غباته و لكنه لما كان ما دقا فى مراعاة حرمة الشيوخ حفظ الله تعالىٰ عليه و قته حتى ارسل وجده عند الخلوة۔

یعنی امام قشیری رسالہ قشیریہ مصریہ ص ۳۷ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک حکایت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تھا اور وہاں حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مشائخ عظام بھی موجود تھے۔ اتنے میں ایک قوال نے قوالی شروع کر دی۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وجد میں آ گئے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ باسکون بیٹھے رہے میں نے عرض کی اے میرے مولیٰ آپ کو سماع سے کوئی دل چسپی نہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں یہ آیت قرآنی پڑھی۔ وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب یعنی دیکھے گا تو پہاڑوں کو گمان کرتا ہے تو ان کو جمے ہوئے اور وہ چلے جاتے ہیں مانند گزرتے بادلوں کے۔ فقیر کہتا ہے کہ جب اجسام عظام ایک سمت کو چلتے ہیں۔ سطحی نظر سے جمے ہوئے نظر آتے ہیں حالانکہ وہ متحرک ہوا کرتے ہیں میں اگرچہ بظاہر جما ہوا ہوں لیکن اندرونی طور پر ان سے بھی زیادہ وجد میں تھا۔ پھر ابو محمد جریری پر شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ یا ابا محمد تم کو سماع کے ساتھ کوئی دل چسپی نہیں کہ چپ چاپ بیٹھے رہے اور وجد نہ کیا پھر میں نے عرض کی کہ میرے مولا! جب میں کہیں مجلس سماع میں چلا جاتا ہوں اور وہاں مقام احترام واحتشام بزرگانِ عظام ہوتا ہے تو اپنے وجد کو روک لیتا ہوں۔ جب وہاں سے واپس آتا ہوں تو مقامِ خلوت میں اپنے وجد کو رخصت عام دے دیتا ہوں اور تواجد کرنے لگ جاتا ہوں یعنی تکلف سے وجد کرنے لگ جاتا ہوں۔

فائدہ

اس حکایت میں وجد پر تواجد کے لفظ کا اطلاق فرمارہے ہیں ۔اس پر شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے مجتہد ہیں انکارنہیں فرماتے ۔معلوم ہوا تواجد جائز ومسلم ہے ورنہ انکار فرماتے ،شیخ الشیوخ جنید بغدادی سید الطائفہ کا مقادب باادب الشریعۃ ہونا مسلماتِ ضروریہ میں سے ہے۔

(۳) حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت مشہورہ پر بطور شرح ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ ابومحمد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ عظام کا ادب ملحوظ فرمایا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت وجد وغلبۂ عشق کو محفوظ کررکھا۔حسب ضرورت بوقت خلوت جب جی چاہے گئے گزرے وقت کو بتوفیقہٖ تعالیٰ واپس کراکر تواجد شروع کردیا۔یہی تھی مراعات حرمت ،مشائخ عظام کی برکت۔

(۴) وجد کے متعلق امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ صفحہ ۳۷ میں ارشادفرماتے ہیں

والوجدمایصادف قلبک ویردعلیک بلاتعمدوتکلف ولھذاقال المشائخ الوجد المصادفۃ۔

یعنی وجدان کیفیات قلبیہ کا نام ہے جو بلا اختیار و بلاتکلف قلب سالک پر من جانب اللہ وارد ہوتی ہیں ۔اس لئے مشائخ عظام نے فرمایا کہ وجدایک بے کیف حالت کے پالینے کو کہتے ہیں۔

والمو اجید ثمرات الا وراد فکل من ازرادت و ظائفہ ازداوت من اللہ تعالیٰ لطائفہ۔

امام قشیری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کا قول ہے کہ وجد نتیجہ ہے ورد کا۔یعنی جس کے معمولات واوراد وظائف زیادہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالی سے ان کے قلب پر لطائف قلبیہ اور مواجید کا نزول زائد ہوگا۔

(۵) امام ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سمعت الا ستاذ ابا علی والدقاق رحمۃ اللہ علیہ یقول الواردات من حیث الا وراد فمن لا وردلہ بظاھرۃ لا وارد لہ فی سرائرہ۔

صاحب رسالہ قشیریہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے وارداتِ قلبیہ و کیفیاتِ وہبیہ لدنیہ بحسب الاوراد ہوا کرتی ہیں پس جس طالبِ حق کو ظاہری ورد و وظائف نصیب نہیں ان کو باطنی افاضات میں سے کوئی وارداتِ قلبیہ نہیں ملتے۔

الوجود

اصطلاحات صوفیہ میں ایک لفظ وجد کے قریب قریب الوجود بھی ہے اسکے متعلق رسالہ قشیریہ میں ہے۔

(۱) واما الوجود فهو بعد الا رتقاء عن الوجد ولا يكون وجود الحق الا بعد خمود البشرية لا نه لا يكون للبشرية بقاء عند ظهور سلطان الحقيقة وهذا معنى قول ابى الحسين النورى انا منذ عشرين سنة بين الوجدو الفقد اى اذا وجدت ربى فقدت قلبى واذا وجدت قلبى فقدت ربى و هذا معنى قول الجنيد علم التوحيد مباين لوجوده ووجوده مباين تعلمه فالتواجديدا يةوالو جودنها ية والوجد واسطة بين البداية والنها ية ۔

یعنی صاحب قشیریہ فرماتے ہیں کہ وجود بعد طے کرنے منازل ومقامات وجد کے پایا جاتا ہے۔مقام وجود کی دارومدار بجھنے اور مرجھانے بشریت پر ہے کیونکہ بوقت غلبۂ حقیقت وجود حق سبحانہ بشریت کا نام ونشان نہیں رہتا۔یہی قول ابوالحسین نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے فرماتے ہیں کہ عرصہ بیس سال سے وجداور فقد کے درمیان میں ہوں (وجد کسی چیز کے پالینے کو کہتے ہیں اور فقد کسی چیز کے نہ پانے اور گم کرنے کو کہتے ہیں) جب میں خدا تعالیٰ کو پاتا ہوں اپنے دل کو گم کرتا ہوں اور جب دل کو پاتا ہوں خدا تعالیٰ کو گم کرتا ہوں۔یعنی جس وقت غلبۂ حقیقت وجود مطلق حق سبحانہ تعالیٰ میں مستغرق ہوتا ہوں تو خود کو بھول جاتا ہوں۔جس وقت اپنے آپ کو خیال میں لاتا ہوں خدا تعالیٰ کی ہستی کے کیف سے بے خبر ہوتا ہوں۔

(۲) سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ الوجود بقاعدہ علم توحید حق سبحانہ تعالیٰ وجود حق تعالیٰ کے مخالف ہوتا ہے اور وجود حق سبحانہ تعالیٰ اس اصطلاحی علم توحید کے خلاف ہوتا ہے بہر حال تواجد ابتداء مقام کا نام ہے اور الوجود نہایت مقام کو کہتے ہیں اور وجد واسطہ درمیان تواجد و وجود کو کہتے ہیں۔

(۳) علامہ شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری شافعی رسالہ قشیریہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لان العبد مادام مدر کا لنفسه متمتعابوجده فبشرية حاصلةو لغا امشتغل بالحق كمال الشغل حتى ينسى كونه مشتغلاً به صار الغالب عليه اذذاك الحق خاصة و عبروا عن هذا الحا لة بالوجود۔

معنی وجود پر تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنے آپ کی خبر اور اپنے وجد سے آگاہی رکھتا ہے اتنے تک اس میں بشریت باقی رہتی ہے اور جب رب العالمین سے شاغل ہوتا ہے کمال شغل کا حتی کہ اپنے شاغل ہونے کی خبر سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اس وقت اس پر وجود مطلق حق سبحانہ وتعالیٰ کا غلبہ ہوتا ہے غلبۂ حق ہی حق ہوتا ہے اسی حالت کو اصطلاح مشائخ عظام میں وجود کہتے ہیں۔

(۴) یہی علامہ شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری شافعی شرح رسالہ قشیریہ صفحہ ۳۷ قول جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر بطور شرح ارشاد فرماتے ہیں

قولہ ووجودہ مباین لعلمہ الخ یعنی ان العبد یکون عالماً بالتوحید بالا ستدلال با لاثار ولایکون واجد الہ لان وجودہ لا یبقی للعبدمعہ احساس بنفسہ فضلاعن عملہ واستد لا لہ علیہ ۔

یعنی علم توحید حق سبحانہ وتعالی بندہ کے لیے بہ استدلال بالآ ثار ہوا کرتا ہے بالاستدلال سمجھنا اور ہے اور خدا کا پانا اور ہوتا ہے کیونکہ جس وقت بندہ رب کو پالیتا ہے اس کو سلطنت وجود حق سبحانہ وتعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے وجود تک کا علم بھی نہیں رہتا اور علم بالاستدلال تو مزید چیز ہوگی ۔اسی سے قول جنید رحمۃ اللہ علیہ میں اور کسی قسم کا خفا نہ رہا اور نہ رہ سکتا ہے۔

انتباہ: وجد ہو یا تواجد اس طرح الوجود ہو یا دھمال یہ صوفیہ کرام کے اصطلاحی الفاظ ہیں ان الفاظ کا انکار کوئی جاہل کرسکتا ہے ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ امام قشیری رسالہ قشیریہ میں وجد و تواجد وجود کی اصطلاحات جن بزرگان دین وکا ملانِ شرع میں سے نقل کی ہیں ۔ان کی تعداد حضرت ابو اسحاق ، ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت ابوعبداللہ احمد بن عطاء روزیاری تک ۸۳ اولیاء عظام امت مرحومہ علیٰ صاحبہا افضل التحیۃ ہوتی ہے ۔ رسالہ قشیریہ کو دیکھ کر شمار کر سکتے ہیں ۔سب حضرات تیسری اور چوتھی صدی تک کے ہیں ۔فقیر نے رسالہ ''میلاد کی شرعی حقیقت'' میں قرآن واحادیث واجماع امت اور قیاس سے مدلل ومحقق کر کے ثابت کیا ہے کہ شرعی اصطلاحات اور فنون علمی مثلاً صرف ،نحو ، منطق ،اصول وغیرہ ان سب کے اصطلاحی نام اور انکے قواعد وضوابط سب کے سب بدعات ہیں خیر القرون میں یہ نام تھے نہ یہ اصطلاحات صدیوں بعد کوئی صدی اول میں کوئی صدی ثانی میں کوئی صدی ثالث میں یہاں تک کہ آج تک بعض فنون کے اصطلاحی نام بنائے جارہے ہیں آپ سن کر حیران ہونگے کہ قرآن پاک کے تیس پاروں کی تقسیم اور ان کے اسماء کی اصطلاح نویں صدی کے بعد ہے اور نا معلوم ان دونوں ایجادوں کا موجد کون ہے؟ یونہی ہر تلاوت میں " صدق اللہ العلی العظیم " پڑھنا بدعت ہے جس کی نہ ابتداء کا علم اور نہ موجد کا ۔اس طرح کی تحقیق کے لئے فقیر کے رسالہ ''بدعت ہی بدعت'' کا مطالعہ کیجئے۔

ہر فن جدا

حضور سرور عالم ﷺ کا زمانہ اقدس شریعت ساز تھا ۔آپ ﷺ کا ہر قول وفعل اصول شریعت تھا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اُصول کی تبدیلی بدعت سیئہ ہے ہاں اصول کی اشاعت کے لئے طریقے تیار کرنا اور انکے نام رکھنا بدعت حسنہ ہے اسی لئے اسلام میں ہزاروں طریقے اور فن کے نام مقرر ہوئے ۔

پھر لکل فن رجال ہر علم وفن کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے مردانِ حق کو مقرر فرمایا ہے اور ہر علم وعلماء فن کے اصطلاحاتِ علمیہ جدا جدا ہوا کرتے ہیں چنانچہ الا ملاء عن اشکالات الاحیاء میں ارشاد فرمایا ہے

ولکل علم ایضاً الفاظ اختصوا بھا لا یشار کھم فیھا غیر ھم الا ان یکون ذالک بالا تفاق من غیر قصد

و تکون المشار کة اذا تفقت اما فی صورة اللفظ دون المعنی اوفی المعنی وصورة اللفظ جمعاً و ھذا یعرف من بحث عن مجاری الا لفاظ عند الجمھور و ارباب الصنا ئع (الاملاء و برحاشیہ الاحیاء جلداول صفحہ ۵۸ مصری)

ہرعلم کے لئے الفاظ خاص خاص ہوتے ہیں جس میں اورعلوم کے اصطلاحی الفاظ مشارکت نہیں رکھتے۔ ہاں بغیرارادہ اتفاقیہ طور پر اگر ایک علم کے الفاظ خاصہ دوسرے علوم وفنون میں مستعمل ہو بھی جائیں تو صرف لفظی مشاکلت ومشارکت ہوتی ہے معانی علیحدہ ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی الفاظ مخصوصہ ایک علم کے دوسرے علوم میں مشارکت معنوی وصوری رکھتے ہوئے استعمال ہوتے ہیں تو وہ علماءِ کرام جوالفاظ وکلمات کے محاورات سے ماہر ہوتے ہیں معانی مخصوصہ کوقرائن وصلات کے ذریعہ سمجھ لیتے ہیں کہ جب تک کسی علم وفن کی اصطلاحات مخصوصہ پر پوری آگاہی نہ ہوصرف تراجم یا کتب لغت سے امداد لے کر منزل مقصود کو پہنچنا محال ہوتا ہے بلکہ گمراہ ہونے کا امکان ہے چنانچہ استاذ الحرمین وتاج العلماء المحققین حضرت علامہ امام ابن الحجر الہیتمی المکی فتاویٰ حدیثیہ مطبع مصری صفحہ ۲۱۱ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فقد صرح الامام ابن العربی رحمة اللہ علیہ بحرمة مطا لعة کتبھم الا لمن تحلی باخلا قھم و علم معانی کلا تھم الموافقہ لا صطلاحاتھم ولا تجد ذلك الا فیمن جد و شمر و جانب السوء واشتد المئرز والا خرة فھذا ھو الذی یفھم الخطاب و یؤذن لہ فی الدخول اذا وقف علی الباب واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب

امام الصوفیاء علامہ شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف تصریح فرمادی کہ ہمارے کتب تصوف کا مطالعہ کرنا حرام ہے مگر اس شخص کے لئے جائز ہے جو ہماری جماعت پاکیزہ جیسے اخلاق ظاہری و باطنی رکھتا ہو اور ہمارے اصطلاحات صوفیاء کے مطابق ہمارے کلمات تصوف کی تشریح کرسکتا ہو۔ اس قسم کے لوگ کمیاب تو ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ شخص مستحق مطالعہ ہوسکتا ہے جو جدوجہد اور بداخلاقی سے پرہیز کرے اور علوم ظاہری سے میلان کر کے علوم بطون کی طرف رجوع کرے (یعنی علوم ظاہری کے اسرار تلاش کرے اور علوم ظاہری سے سیراب ہوکر میلان علوم باطنیہ رکھتا ہو اور اخلاق خسیسہ دنیاوی واخروی سے پاک ہو وہ شخص خوش نصیب ہے جو ہمارے خطابات کا مستحق ہے اوران کے لئے دروازہ مطالعہ کتب تصوف کھلا ہوا ہے۔

قاعدہ: صوفیہ کرام پر تنقید واعتراض حرام ہے جوان پر تنقید یا اعتراض کرتا ہے وہ محروم القسمت ہے چنانچہ یہی علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیتمی المکی فتاویٰ حدیثیہ مطبع مصری صفحہ ۵۹ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

و ینبغی الانسان حیث امکنہ عدم الا نتقاد علی السادة الصوفیة نفعنا اللہ بمعار فھم وافاض علینا

بواسعة حجتنا لهم ما افاض علی خواصهم و نظمنا فی سلك اتباعهم ومن علينا بسوابع عوارفهم ان يسلم لهم احوالهم ماوجد لهم محملاصحيحايخرجهم عن ارتكاب المحرم وقد شاهدنامن بالغ فی الانتقادعليهم مع نوع تعصب ماابتلاه الله بالا نحطاط عن مرتبته وازال عنه عوائذ لطفه و اسرار حضرته ثم اذا قه الهوان والذلة و رادہ الی اسفل سافلين و ابتلاه لكل علة و مهنة فنعو ذبك اللهم من هذا القواصم المرهفات والبراتر المهلكات ونسئالك ان تنظمنا فی سلكهم القوی المتين وان تمن علينا بما متنست عليهم حتی نكون من العارفين والا ئمة المجتهدين انك علی كل شئی قدير وبالا جابة جدير۔

یعنی علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ صفحہ ۵۹ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان پر واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے جماعت سادات صوفیاء کرام پر اعتراض نہ کیا کریں۔ بلکہ دعا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے معارف سے ہمیں نفع بخشے اوران کی محبت کی بدولت وہ فیضان الٰہی جو خواص صوفیاء کرام پر برسائے ہیں ہم پر بھی برسائے اور ہمیں ان کے تابعداروں میں شامل فرمائے اور عرفان کامل ان عرفاء کاملین سے ہمیں احساناً کچھ مرحمت فرمادے بلکہ ان کے حالات کو ان کے سپرد کردیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان کے محال صحیح تلاش کیا کریں اور محال بھی ایسے جن سے ان کے دامنِ عصمت محارمِ شرعیہ سے محفوظ جائیں اور ہر طرح لفظی گرفت سے مبرا ہو جائیں کیونکہ ہم نے بار ہا تجربہ کیا ہے کہ جس شخص نے متعصبانہ رنگ میں صوفیاء کرام کا مقابلہ کیا وہ فوراً ہی اس دنیا میں امتحان وعذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر اپنی ایمانی منزل کو برباد کر بیٹھا اور لطف الٰہی واسرارِ الٰہی کے مراتب سے محروم رہا۔ الغرض بربادی اور ذلت میں مبتلا ہو کر ہر مشقت و بیماری کا شکار ہو کر اسفل السافلین ہوا۔ ہم پناہ مانگتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ سے کہ اس قسم کی شکستگی اور بے برکتی سے ہمیں بچا کر ان کے غلاموں میں داخل فرما اور جو جو احسانات ان بزرگوں پر فرمائے ہم پر بھی فرما تا کہ اس نسبتِ متبرکہ کے ذریعہ ہم عارفین کاملین وائمہ مجتہدین میں شمار کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ہمارے جیسے غیر مستحقین کی دعا قبول فرمائے۔ آمین

علامہ ابن حجر الہیتمی المکی فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۴۰ پر ارشاد فرماتے ہیں

ولقد قال قدس الله سره ونورضريحه نحن قوم تحرم المطالعه فی كتبنا الا لعارف با صطلاحنا فانظر كيف هذا نص صريح من الشيخ بتحير يم المطالعةعلی هولاء الجهلة المغر وبين المستهزئين بالدين۔

حضرت امام اولیاء امت مرحومہ حضرت شیخ اکبر ابن عربی ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم وہ قوم ہیں کہ جن کی کتابوں کا

مطالعہ کرنا حرام ہے بجز ان علماء کرام کے جن کو ہماری اصطلاحات کا علم ہے۔ ہر کہ ومہ کو اجازت نہیں۔ ورنہ ہر غلط فہمی کے وہ ناقص العلم ذمہ دار ہوں گے جو ہماری اصطلاح سے نابلد ہیں۔

آگے چل کر علامہ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھا حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح صراحۃً جہلاء مغرور ٹھٹھے باز ان دین کو روک ٹوک کی ہے پھر بھی بے سمجھ لوگ نہیں رکتے۔

ازالۂ وہم

دورِ حاضرہ میں صوفیاء کرام کو بدنام کر کے عوام کو باور کرایا جارہا ہے کہ صوفیہ ایک گمراہ گروہ کا نام ہے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ صوفیہ کرام کو گمراہ کہنے والے خود بہت بڑے گمراہ ہیں اس لئے کہ صوفیاء کرام بہت بڑے ائمہ ومشائخ اور اولیاء عظام ہیں اگرچہ فقہ و دیگر اصطلاحاتِ فنون اسلامیہ کے اسماء کی طرف تصوف وصوفی کی اصطلاح خیر القرون کے بعد متعین ہوئی لیکن اس کی اصلیت تو خیر القرون میں سے ہے۔

اصطلاح تصوف اور اس کے اصول و ضوابط

فقیر کی مذکورہ بالا تقریر سے ثابت ہوا کہ تصوف اور اسکے اصول وضوابط کے اسماء صدی اول ودوم وسوم میں مرتب ہوئے اور تا حال دوسری شرعی اصول وضوابط کے اسماء کی طرح مسلسل مستعمل ہو رہے ہیں چنانچہ خیر القرون کے بعد حجۃ الاسلام امام غزالی سے منقول ہے الاملاء عن اشکالات الاحیاء ۶۹ بہامش الاحیاء میں ہے

الوجد مصارفة القلب بصفاءِ ذکر کان قد فقده۔

یعنی وجد کثرتِ ذکر اللہ واوراد سے جو کیفیاتِ وہبیہ لدنیہ من جانب اللہ تعالیٰ نازل ہوتی ہیں ان کو کہا جاتا ہے

والتواجد استدعاء الوجد و التشبه فی تکلفه با لصا دقین من اهل الوجد۔

تواجد اصلی میں استدعا وجد کو کہتے ہیں۔ صادقین واجدین کے ساتھ تشبہ با تکلف سے آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے۔

الوجود تمام وجد الواجدین ۔

یعنی تمام وکمال وجد واجدین کے بعد جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ وجود ہے۔

فائدہ : وجد وتواجد اور الوجود تینوں اصطلاحات حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال فرمائی ہیں۔ ان کے بعد ہر زمانہ میں اس کا استعمال ہوتا رہا۔ ان کے بعد حضرت شیخ الشیوخ سیدنا شہاب الدین عمر سہروردی بانی سلسلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **حکی عن بعض الملامیةانه استدعی الیٰ سماع فامتنع فقیل له فی ذلک فقال لا نی ان حضرت یظهر علی وجد ولا اوثران یعلم احد حالی۔** (عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء جلد اول صفحہ ۳۲۳)

یعنی بعض ملامیہ اولیاؤں میں سے کسی بزرگ کو دعوتِ سماع دی گئی وہ حضرت تشریف نہ لائے اس سے دریافت کیا گیا کہ حضرت آپ کو دعوت بھی دی گئی اور آپ شاملِ محفل سماع نہ ہوئے۔ کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ صرف رکاوٹ یہ رہی کہ اگر میں مجلس سماع میں آتا تو مجھے وجد آتا تھا اور میں اپنے مقامِ معرفت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا فرقہ ملامیہ کے خلاف سمجھتا تھا اس لئے حاضر نہ ہو سکا یعنی وجد تو جائز ہے لیکن چونکہ اس سے مقامِ سالک ظاہر ہو جاتا ہے اس لئے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے غیر حاضر رہا ورنہ شرعی رکاوٹ تو نہ تھی صرف اپنا مشرب بھی مدنظر تھا۔

ثبوت وجد و دھمال از دلیل عقلی

تصوف، صوفی اور ان کے اصطلاحات یہ ہیں جیسے فقہ اور فقیہ، فن حدیث اور محدث، نحو اور نحوی۔ صرف اور صرفی اور اہلحدیث واہلِ قرآن اور منطق، منطقی جیسی اصطلاحات برداشت ہیں تو صوفی، تصوف اور اس کی اصطلاحات قبول کرنی پڑیں گی جو فقہ اور اس کی اصطلاحات کا منکر ہے اور اسلام کا دشمن ہے تو ایسے ہی تصوف اور صوفی کا دشمن ہے جو اسلام کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور دشمنانِ اسلام سے ہماری جنگ ہے۔

ثبوت تواجد: عن عبد الله ابن عمر قال اشتكى سعد بن عبادة شكوى له فاتاه النبی ﷺ یعوده مع عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبد الله بن مسعود فلما دخل علیه وجده فی غاشیته قد قضی قالو الا یا رسول الله فبكی النبی ﷺ فلما رائی القوم بكاء النبی ﷺ بكوا فقال الا تسمعون ان الله لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولكن یعذب بهذا واشار الی لسانه اویرحم وان المیت لیعذب ببكاء اهلہٖ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۱۵۰)

یعنی عبداللہ بن عمر روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ بیمار ہوئے حضور اکرم ﷺ مع چند صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم طبع پرسی کے لئے تشریف لائے ان کی آخری حالت کو دیکھ کر روئے صحابہ کرام حضور ﷺ کو روتے دیکھ کر اس رحمت میں شامل ہو گئے۔ نیز حضور معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا آنکھ کے رونے یا دل کے مغموم ہونے سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر میت ورثاء کو باقاعدہ رونے رلانے کی تاکید کر جائے تو اس ناجائز وصیت پر اس کو قبر میں بازپرس ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ اب صحابہ کرام کو دیکھو کس طرح شامل ہو گئے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں سچے اور صحیح وجد کا واضح ثبوت ہے اسی کیفیت کا نام وجد ہے اور غلط وجد کی بھی مذمت اس حدیث شریف میں موجود ہے۔ اس کیفیت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام وجد ہے۔ ثابت ہوا کہ خیر القرون میں

وجد تھا لیکن نام بعد کو رکھا گیا تو کام نہیں بگڑا۔

دھمال کا جواز

دھمال سے میری مراد صوفیہ کرام کا رقص ہے نہ کہ جو عوام میں ناچنا بھنگڑا ڈالنا یہ بالکل ناجائز و حرام ہے۔ صوفیہ کرام کا دھمال روحانی وجدانی امر ہے کہ جب ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ سرور و فرحت سے متحرک ہوتے ہیں بعض اوقات ان کی یہ حرکت اسی عرفی رقص کے مشابہ ہو جاتی ہے ظاہری مشابہت کی وجہ سے صوفیہ کرام کی روحانی کیفیت کا نام دھمال رکھا گیا اور یہ کوئی برائی نہیں اس لئے کبھی اچھے کاموں کا اصطلاحات غیروں پر مستعمل ہوتی ہیں۔

دھمال کا لغوی و شرعی معنی

دھمال کے معنی پائے کوفتن پایہ دویدن۔

علامہ زماں فرید الدہر وحید اوران بقیہ المجتہدین خاتمۃ الفقہاء والمحدثین شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی فتاوی حدیثیہ مصریہ صفحہ ۲۱۲ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

سئل نفع اللہ بہ عن رقص الصوفیۃ عند تواجد ھم ھل لہ اصل اجاب بقولہ نعم لہ اصل فقد روی فی الحدیث ان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رقص بین یدی النبی ﷺ لما قال لہ اشتبھت خلقی وخلقی وذلک من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر علیہ ﷺ وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعتہ من کبار الائمۃ منھم عزالدین شیخ الاسلام بن عبد السلام۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی سے صوفیاء کے رقص اور تکلف سے وجد کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا کہ اس کا ثبوت اور اصل ہے یا نہ؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کا اصل ایک حدیث ہے جو کہ بایں مضمون احادیث شریفہ میں آیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میرے مشابہ ہو پیدائش میں عادات میں۔ اس خطاب کے ذوق میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رقص کرنے لگے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے نہ روکا (نہ روکنا حضور ﷺ کا کسی فعل کو اس کے حدیث تقریری ہونے کی دلیل ہوا کرتی ہے) علامہ ابن حجر اس سے آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ رقص کے وقت مجالس ذکر و سماع میں کھڑا ہو کر شامل رہنے کو ایک بڑی جماعت کبار ائمہ دین کی طرف نسبت فرمادی اور امام ابن عبد السلام کا مذہب بھی یہی لکھا۔ اب اس سے اور کیا زیادہ تحقیق ہونی چاہیے جس میں حضور خاتم الانبیاء ﷺ جیسی ذات مقدس بھی موجود ہوں اور رقاصی ہو رہی ہے اور انکار تک نہ ہو۔

توضیح : (۱) حضرت امام غزالی قدس سرہ کیمیائے سعادت صفحہ ۲۲۹ مطبوع نولکشور میں لکھتے ہیں۔

چہ رقص مباح ست کہ زنگیاں در مسجد رقص مے کردند عائشہ رضی اللہ عنہا بہ نظارت رفت۔ و رسول اللہ ﷺ با علی کرم اللہ وجہہ گفت کہ تو از منی و من از تو۔ حضرت علی از شادی ایں رقص کرد و چند بار پائے برزمیں زد۔ چنانکہ عادت عرب باشد کہ در شادی و نشاط کنند۔ و با جعفر رضی اللہ عنہ گفت با من مائی بخلق و خلق او نیز از شادی رقص کرد و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ را گفت تو برادر و مولائے مائی از شادی رقص کرد پس کسے کہ میگوید۔ ایں حرام است خطا می کند۔

یعنی رقص کرنا مباح ہے کیونکہ چند لڑکے زنگی مسجد میں رقص کر رہے تھے۔ سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ان کے رقص کو دیکھ رہی تھیں۔

(یہ دیکھنا صرف حالت رقص کا تھا بی بی نے صرف حالت کو دیکھا رقص کرنے والوں کو نہیں دیکھا تھا تفصیل فقیر کی کتاب ''اسلامی پردہ'' میں پڑھیئے۔ اُویسی)

نیز رسول مکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خوشی میں آ کر دھمال کیا اور چند بار پاؤں زمین پر مارے چنانچہ اہل عرب کی عادت ہے کہ بموقعہ خوشی و نشاط پاؤں زمین پر مارا کرتے ہیں۔ نیز حضور محترم ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو پیدائش اور خلق میں ہمارے ساتھ معیت رکھتا ہے۔ اس سخن کی لذت سے حضرت جعفر دھمال کرنے لگے۔ نیز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور انور مظہر انوار الٰہی ﷺ نے فرمایا۔ تم ہمارے دوست اور بھائی ہو۔ زید بن حارثہ اس فضل الٰہی پر شاداں ہو کر دھمال کرنے لگے جن لوگوں نے مطلقاً دھمال کو حرام کہا غلط کہا۔

(۲) صاحب نبراس شرح العقائد للسعد التفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مطبع ہاشمی میرٹھ صفحہ ۵۶۲ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان قلت تد حکی عن الغظب الا عظم عبد القادر الجیلانی قدس سرہ العزیز انہ قالی خفنا بحرا وقف الانبیاء علی سا حلۃ۔ قلت ارادا حوال الفن لا یحسبن مدورھا عن الانبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین کالو جدوالھق والشطحیات فان الحق سبحانہ و تعالیٰ حفظ الا نبیا عنھا بتوسیع بواطنھم و کانت تجری نیھا بحار العشق و الذوق ولا یغلب علیھم الا حوال والحکمۃ فیہ انھم اھل مکانتہ ورزانتہ و قدوۃٍ فحفظر اعما لا یحسنھم العوام۔

سوال: شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قطب اعظم یعنی حضور غوث اعظم سیدی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم دریائے معرفت کو پار کر گئے جن کے کناروں پر انبیاء علیہم السلام ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ ایک سوال ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں اس عبور سے مراد ان حالات کا مراد ہے جن حالات کا انبیاء علیہم السلام سے صادر ہونا بہ نظر عوام الناس اچھا نہیں ہے۔ جیسا وجد کرنا یا دھمال کرنا یا مغلوب الحال میں شطحیات کا صادر ہونا اگر چہ ان کے سینہ مبارک میں بے انتہا دریائے عشق و محبت الٰہی ہے لیکن ان پر حالات کا غلبہ نہیں ہوتا بلکہ وہ حضرات حالات پر غالب رہتے ہیں۔ اس میں حکمتِ الٰہیہ یہ ہوتی ہے کہ جماعت انبیاء علیہم السلام محترم المقام مقتدائے خواص و عوام ہو کر تشریف لاتے ہیں۔ ان پر ہلکا پن اور سبکساری کے نشانات نہیں پائے جاتے۔ چیخنا چلانا دھمال وجد اولیاء اُمت کی شان ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی بزرگوں کی نیکیاں مقربین ایزدمتعال کی اضافی غلطیاں ہوتی ہیں۔ گو وجد و دھمال اپنے مقام پر سلطنت معرفت وطریقت کے مدارج علویہ میں سے ہیں۔

عارف رومی فرماتے ہیں۔

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرود لیك بس عالیست نسبت خاك تود

لیکن بہ نسبت نبوت ورسالت عوام کی نگاہوں میں نامناسب تھے۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام کنارہ پر ٹھہرے رہے اور ان مقامات کو اولیاء امت نے عبور کرتے ہوئے جماعت انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حاصل کیں۔

انتباہ: شرعی دھمال ہو یا شطحیاتِ اولیاء کرام ان پر اعتراضات کرنا محرومی ہے کیونکہ یہ اُمور اولیاء کاملین کے لئے جائز ہیں اور ان کے محامل شرعی اصول پر ہوتے ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر"

تصوف و صوفی کی وجہ تسمیہ

عارف امام شہاب الدین سہروردی متوفی ۶۳۲ھ "عوارف المعارف" برحاشیہ احیاء علوم الدین جلد اول مصری صفحہ ۱۹۲ میں فرماتے ہیں۔

قال اخبرنا الشیخ ابو زرعة طاھر بن محمد بن طاھر قال اخبرنی والدی قال اخبرنا ابو علی الشافعی بمکة حرسھا اللہ تعالیٰ قال انااحمد بن ابراھیم قال انا ابو جعفر محمد بن ابراھیم قال انا ابو عبد اللہ المخزومی قال حدثنا سفیان عن مسلم عن انس بن مالك قال کان رسول اللہ ﷺ یجیب دعوة العبدویرکب الحمار و یلبس الصوف فمن ھذا الوجه ذھب قوم الی انھم سموا صوفیه نسبة لھم الیٰ ظاھر اللبسة لا نھم اختار و البس الصوف وایضا قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریا کان لباسھم الصوف و ایضاً وصفھم ابو ھریرة و فضالة بن عبید فقال کانوا یحزون من

الجوع حتی تحسبهم الا عراب مجا نبین و کان لباسهم الصوف۔

باسناد متصل طویل مذکور الصدر کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب رسول معظم و نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے اور گدھی کی سواری بھی کر لیتے تھے اور لباسِ پشم بھی زیب تن فرماتے تھے۔

اس لئے قوم صوفیاء کرام نے لباسِ پشم کو پسند فرماتے ہوئے پہننا شروع کر دیا اور اپنے فرقہ عالیہ کو امتیازی نام صوفیاء مرحمت فرمایا اور اسی طرح امام ذی مقام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ستر صحابہ بدریوں سے ملاقات نصیب ہوئی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جن کا لباس شریف صوف کا تھا یعنی پشم کا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ و حضرت فضالہ بن عبید ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک سے گاہے گاہے زمین پر گر جاتے تو دیہاتی لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے اور لباس شریف ان کا پشم کا تھا۔

سید الشعراء گنجوی فرماتے ہیں

تھید است سلطان پشمینہ پوش　　　غلامی خرد بادشاهی فروش

یہ وہ بادشاہ ہیں جو بظاہر خالی ہاتھ اور پشمینہ پوش ہیں اور فقیری کے خریدار ہیں اور بادشاہی بیچنے والے۔

جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اقوال و احوال سن کر خلافت سے دستبرداری کا اظہار فرمایا تفصیل دیکھیے فقیر کی کتاب ''ذکرِ اُویس'' یا جیسے حضرت ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے دکھلایا کہ شاہی چھوڑ کر فقیری اختیار فرمائی۔

تصوف و صوفی

انہی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عوارف المعارف'' صفحہ ۲۸۹ بہامش الاحیاء میں فرمایا کہ

التصوف ذکر مع اجتماع و وجد مع استماع مع اتباع۔ یعنی تصوف کس کو کہتے ہیں صرف تین جملے ہیں۔ جہاں اجتماع ذکر خدا ہو وہاں شامل رہنا۔ جہاں استماع قبل حسن ہو وہاں حالات و کیفیات وجدیہ مجلی ہو اور جب موقعہ عمل بالاسلام آئے تو اتباع نبوت و اتباع سلف صالحین ہو۔ جس شخص میں یہ نشانات پائے جائیں وہ اہل تصوف ہے۔

دلائل وجد

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و احادیث سے وجد کے ثبوت کے لیے دلائل قائم فرمائے ہیں

وہ یہ ہیں

(۱) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ (الرعد ۲۸)

ترجمہ کنزالایمان : سن لواللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

فائدہ : ذکراللہ سے قلوب کا چین مل گیا وجد کی کیفیت دل کے چین کی دلیل ہے کہ اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ یہ دنیوی امور کی خرابیوں سے آزاد ہوگیا ہے شفاء شریف میں ہے ذکر اللہ سے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنہیں حضور ﷺ کی نعت اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے مناقب سننے پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ (اضافہ اویسی غفرلہ)

(۲) اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشا بہا مثا نی تفشعر منہ جلو د الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ ۔

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے۔ دوہرے بیان والی ان کے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں۔

طمانیت اور بدن پر رووں کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان دو آیات میں مذکور ہیں وہ وجد ہی تو ہے اس لئے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے بعد نفس میں پایا جائے۔ (احیاء)

تفسیر : حضرت صدرالافاضل نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الٰہی سے اُن کے بال کھڑے ہوتے جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔ (خزائن)

تبصرہ اویسی غفرلہ : ایسی صفات کے متقدمین کا وجد کتابوں میں پڑھا اور بڑوں سے سنا اور پھر اپنے زمانہ میں بہت سے خوش بختوں کو دیکھا فلہٰذا وجد کی کیفیت کا انکار سورج کے وجود کے انکار کے مترادف ہے۔

(۳) انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علیٰ ربھم یتو کلون۔ (پ۹ الانفال)

ترجمہ : ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اُس کی آیتیں پڑھی جائیں اُن کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

(۴) و انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرائیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ۔ (پ۲۸ الحشر آیت ۲۱)

ترجمہ : اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

(کنزالایمان)

فائدہ: ان آیات میں حالات کے قبیل سے خوف اور خشوع وجد ہے اگرچہ مکاشفات کے قبیل سے نہیں مگر کبھی مکاشفات

اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

(۵) و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول نری اعنھم تفیض من الدمع مما عر فوا من الحق ۔

(پارہ ۷، المائدہ آیت ۸۳)

ترجمہ کنزالایمان : اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔

فائدہ : حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہیں ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

تفسیر : حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا۔

یہ اُن کی رقت قلب کا بیان ہے کہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنیوالے مضامین سن کر رو پڑتے ہیں چنانچہ نجاشی بادشاہ کی درخواست پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اُس کے دربار میں سورۂ مریم، سورۂ طٰحہ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اُس کے درباری جن میں اُس کی قوم کے علماء موجود تھے سب زار و قطار رونے لگے اسی طرح نجاشی کی قوم کے ستر آدمی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ یٰس سن کر بہت روئے۔ (خزائن)

حضرت الامام اسماعیل الحقی الحنفی لکھتے ہیں کہ اسلام میں نئے لوگ شریک ہوئے تو قرآن مجید سن کر روتے آہیں بھرتے گریہ وزاری کرتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابتدائے اسلام میں ہماری بھی یہی کیفیت تھی لیکن اب ہمارے دل سخت ہوگئے۔

انتباہ : اس سے وہ سختی مراد نہیں جو عام مشہور ہے بلکہ قساوۂ قلبی سے مراد یہ ہے کہ ہمارے دل اطمینان و سکون کے انتہائی مرتبہ کو پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اب گریہ وزاری ہمارے قلوب کو لاحق نہیں ہوتا۔ (روح البیان)

مزید تحقیقی جوابات امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم میں لکھے ہیں۔ جن کی تفصیل آخر میں آتی ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازوں سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا **اوتی مزمار امن مزامیر آل داؤد علیہ السلام۔** دیئے گئے ابوموسیٰ ایک نغمہ داؤد علیہ السلام کی خوش آوازیوں سے۔

فائدہ: خوش آوازی ایک نعمت ہے اور اسی سے ہی دل کی روشنی و رونق میں اضافہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خوش الحانی سے

قرآن مجید پڑھنے اور رسول اکرم ﷺ کی نعت خوانی سننے پر وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

(۲) مروی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک میں ایسا جوش ہوتا جیسے ہنڈیا کے کھد بد ہونے کی آواز ہوتی ہے۔

فائدہ : یہ نماز میں وجد کا ثبوت ہے لیکن اتنا کہ جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے جو لوگ عمداً نماز میں حرکتیں کرنے لگ جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں ہاں بے ساختہ کوئی عمل سرزد ہو تو حرج نہیں۔

(۳) حضور ﷺ نے فرمایا "شیبتنی سورۃ ھود" بوڑھا کر دیا مجھ کو سورۃ ہود نے۔

فائدہ : یہ بھی وجد کی خبر ہے اس لئے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہیں۔

(۴) مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے سورۃ نساء پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے

فکیف اذا جئنامن کل اُمۃ لشھیدو جئنا بک علیٰ ھولاء شھیداً۔ (النساء آیت ۱۴)

ترجمہ کنزالایمان : تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

آپ نے فرمایا بس کرو اس سے آپ کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود پڑھایا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی

ان لدینا انکالا و جحیما و طعاماً ذا غصہ و عذابا الیما۔ (المزمل ۱۳،۱۱)

ترجمہ کنزالایمان : بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔ تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ یہ آیت پڑھ کر روئے۔

یعذبھم فانھم عبادك و ان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم۔

ترجمہ : تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا۔

حضور سرور عالم ﷺ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے۔

فائدہ : ظاہر ہے کہ بشارت کی التجاء وجد ہے۔ (احیاء العلوم)

قاعدہ : اس طرح کی روایات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکایات سے وجد کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

حکایات

جن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن سننے سے وجد ہوا ہے وہ بھی بکثرت ہیں۔ صحابہ اور تابعین نے جو

قرآن پر وجد کیا ہے ان کی نقول بکثرت ہیں بعض نے معمولی حرکت کی اور کچھ روئے بیہوش ہوگئے اور بعض غشی کی حالت میں فوت ہوگئے۔

انکے واقعات وحکایات اگلے اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

حکایت نمبر ۱ : حضرت زرارہ بن ابی اوفی (تابعی) رقہ (جگہ کا نام) میں نماز پڑھاتے تھے ایک رکعت میں آیت پڑھی **فاذا نقر فی الناقور فذلک یو مئذ یوم عسیر۔** (پ۲۹ المدثر ۸تا۹)

ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کرا دن ہے (سخت ہے)۔

اس کو پڑھتے ہی بیہوش ہوکر گر پڑے اور محراب ہی میں فوت ہوگئے آپ تابعین میں سے تھے۔

حکایت نمبر ۲ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو پڑھتے سنا **ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع۔**

(پ۲۷: الطور ۷تا۸)

ترجمہ کنزالایمان : بے شک ترے رب عزوجل کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے لوگ آپ کو مکان پر اٹھا کر لے گئے۔ آپ مہینہ بھر بیمار رہے۔

حکایت نمبر ۳ : ابوحریر (تابعی) کے سامنے صالح مری نے قرآن کی چند آیات پڑھیں وہ چیخ مار کر فوت ہوگئے۔

حکایت نمبر ٤ : حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قاری کو پڑھتے سنا **ھذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لھم فیعتذرون۔** (المرسلت ۳۵تا۳٦)

ترجمہ کنزالایمان : یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

آپ کو غش آگیا۔

حکایت نمبر ۵ : علی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے تجھے وہ ملے گا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معلوم کرلیا ہے اسی طرح بہت سے لوگوں کی حکایات منقول ہیں اور ایسا ہی صوفیہ کرام کا حال تھا اور ہے۔

حکایت نمبر ٦ : شبلی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کی کسی رات میں ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی **ولئن شئنا لنذھبن بالذی او حینا الیک۔** (بنی اسرائیل)

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہیں۔

حکایت نمبر ۷: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات سن کر اسے غش آ گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس پر وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت دوبارہ پڑھی گئی تو اس کو افاقہ ہو گیا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہاں سے سمجھا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بینائی کا ضعف مخلوق کی وجہ سے تھا یعنی (فراق یوسف علیہ السلام سے) تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کی بینائی کا ضعف حق کے لئے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینائی میں قوت نہ آتی۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے۔

وکاس شربت علی لذة　　　و اخری تداویت منهابها

ترجمہ: میں نے پہلا پیالہ تو لذت کی وجہ سے پیا لیکن دوسرا اس بیماری کے علاج کے لئے پیا۔

حکایت نمبر ۸: ایک صوفی نے فرمایا کہ میں ایک رات میں یہ آیت پڑھ رہا تھا **كل نفس ذائقة الموت۔**

ترجمہ: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

میں نے اسے مکرر پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت کو مکرر پڑھے گا اس سے تو نے چار جن قتل کر ڈالے جنہوں نے پیدائش کے وقت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا تھا۔

حکایت نمبر ۹: ابو معازلی نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجھے دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جب میں اپنے کاروبار کے لئے اور لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہوں تو کیفیت مذکورہ باقی نہیں رہتی۔

حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سن کر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توجہ اور عنایت ہے اگر نفس کی طرف رجوع کرتے ہو تو یہ بھی اس کی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اس کی طرف متوجہ ہونے میں تمہیں بجز اس امر کے اور کچھ شایاں نہیں کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ۔

حکایت نمبر ۱۰: کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا **یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية۔**

ترجمہ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان اپنے عزوجل کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

تو اس قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہیں کرتا پھر وجد میں آ کر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔

حکایت نمبر ۱۱ : بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا **و انذر هم یوم الازفة۔**

ترجمہ : اور خبر سنا دے ان کو نزدیک والے دن کی۔

تو مضطرب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اس پر جسے تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ ہوا یہ کہہ کر آپ کو غش آ گیا۔

حکایت نمبر ۱۲ : ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو یہ آیت پڑھتے **اذا السماء انشقت** (انشقاق)

ترجمہ کنزالایمان : جب آسمان شق ہو۔

سنتے تو آپ ایسے مضطرب ہو جاتے کہ گویا آپ کا بند بند کانپتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۳ : محمد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک شخص فرات کے اندر غسل کرتا تھا اچانک ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا **و امتاز والیوم ایها المجر مون۔**

ترجمہ : اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔

تو وہ نہانے والا تڑپنے لگا یہاں تک کہ ڈوب کر مر گیا۔

حکایت نمبر ۱۴ : حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہنچا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اس سے محبت ہو گئی چندروز اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہے آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو دیکھا وہ نزع میں ہے اس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ کیفیت وجد جو کہ آپ نے میرے جسم پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ اچھی صورت بن کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔

خلاصہ : اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہیں ہوتے اگر قرآن کا سننا کسی میں کچھ اثر نہ کرے تو اس آیت کا مصداق ہے۔

کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الدعاءً و ندا صم بکم عمی فهم لا یعقلون ۔ (البقرہ آیت ۱۷۱)

ترجمہ کنزالا یمان : جو پکارتے ایسے کو کہ خالی چیخ پکارے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے کو انہیں سمجھ نہیں۔

بلکہ اہل دل کو تو کلمہ حکمت بھی اثر کرتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۵ : جعفر خلدی کہتے ہیں کہ ایک خراسانی صوفی حضرت جنید قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ انسان کے نزدیک اس مدح سرائی اور برائی کہنے والے برابر کب ہو جاتے ہیں کسی نے کہا کہ جب آدمی ہسپتال میں جاتا ہے اور قیدوں میں مقید ہوتا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جواب تمہاری شان کے لائق نہیں۔ پھر آپ نے اس خراسانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ حالت اس وقت ہوتی ہے کہ یقین کر لے کہ میں ایک عاجز مخلوق ہوں۔ خراسانی نے ایک چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔

فائدہ : یہی وجد صادق کہلاتا ہے کہ نہ قرآن یا نعت وغیرہ سے وجد ہو بلکہ جو بات بھی معرفت الٰہی کا نشان دے اسی سے وجد و حال کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

حکایت نمبر ۱۶ : ہمارے پیر و مرشد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی اُویسی حنفی قدس سرہ بازار سے گزر رہے تھے سبزی فروش آواز دے رہا تھا سوئے پالک سوکھا (یہ سبزیوں کے نام ہیں) آپ کو وجد آ گیا بعد فراغت آپ سے پوچھا کہ ان الفاظ پر وجد کیسا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کہہ رہا تھا جو ایک پالک سو گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ آپ کی اس طرح کی وجدانی کیفیات بکثرت مشہور ہیں اکثر فقیر نے ''ذکر سیرانی'' میں بیان کی ہیں۔

حکایت نمبر ۱۷ : حضرت مولانا محمد یار صاحب گڑھی اختیار خان رحمۃ اللہ علیہ دوکان پر سودا لینے گئے آپ نے اپنی مطلوبہ شے کی طرف اشارہ کیا پھر دوسری کے متعلق پوچھا دوکاندار نے کہا " اے اوھك اے " یعنی یہ اور وہ ایک ہے اس پر آپ کو وجد آ گیا۔ بعد فراغت پوچھا گیا کہ آپ کو اس جملہ پر کیسے وجد آیا۔ فرمایا کہ وہ کہہ بیٹھا کہ یہ اور وہ سب ایک ہے آپ چونکہ ''وحدۃ الوجود'' کا مسلک رکھتے تھے اسی لئے آپ اپنے شیخ خواجہ خواجگان حاجی پیر خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے اس شعر (ہک ہے ہک ہے جیڑھا ہک کوں ☆ ڈول کر جانے او کافر مشرک ہے) ''یعنی صرف ایک ذات ہی کا وجود ہے باقی تمام اشیاء معدوم ہیں اسی لئے جو ایک ذات کے وجود کی طرح دوسرا وجود مانتا ہے وہ کافر و مشرک ہے'' پر منطبق کر دیا۔

حکایت نمبر ۱۸ : حضرت ابوالحسینی ثوری رحمۃ اللہ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگوں میں کچھ تذکرہ علمی ہونے لگا ابوالحسینی ثوری خاموشی سے سنتے رہے یکبارگی سر اٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے۔

رب ورقاء هتوف فی الضحی ☆ ذات شجو صدحت فی فنن

ذکر الفا دو برا صالحا ☆ ویکا بابما ارقنی

ولقد اشکر فما افهما ☆ تشکو فما تضهمنی

غیر انی بالجوی اعرفها ☆ وهی ایضاً بالجوی تعرفنی

ترجمہ: صبح کو فاختہ (دل باختہ) نغمہ کو کو سے اپنا زخمی دل مزید زخمی کر رہی تھی۔ یاد کرتی تھی محبوب کو اپنے اچھے اوقات کو رو رو کر اپنا اور میرا غم بڑھاتی تھی کچھ میں اپنے رونے سے اس کا دل زخمی کرتا اور کبھی وہ رو کر میرا دل زخمی کرتی تھی۔ جب میں شکوہ شکایت کرتا تو وہ کچھ نہیں سمجھتی تھی اور وہ شکوہ شکایت کرتی تھی تو میں بھی کچھ نہیں سمجھتا تھا سوائے اس کے کہ وہ مجھے عشق کا زخمی سمجھ کر دیکھتی رہی اور میں بھی اسے عشق کے صدمات کی ماری سمجھ کر دیکھتا رہا۔

راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد ان کو اس علم سے ہوا جس میں وہ بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔

حکایت نمبر ۱۹: حضرت ابوالحسن دراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد شریف میں حضرت یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور سلام کے لئے سفر کیا جب شہر میں داخل ہوا تو جس سے ان کا حال پوچھا اس نے یہی کہا کہ اس زندیق سے تم کو کیا کام ہے میرا دل تنگ ہوا یہاں تک کہ واپسی کا ارادہ کیا پھر دل میں سوچا کہ اتنا بڑا سفر کیا ہے کم از کم انہیں دیکھ تو لو معلومات کر کے آپ کے پاس گیا میں نے دیکھا آپ مسجد کی محراب میں بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں اور وہ نہایت خوبصورت اور چمک دمک اور مقطع داڑھی والے ہیں میں نے سلام کیا میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا بغداد سے پوچھا کس لئے آئے ہو میں نے کہا کہ آپ کی زیارت کے لئے۔ فرمایا اگر بالفرض ان شہروں میں جہاں سے تم آئے ہو کوئی کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمہارے لئے مکان یا لونڈی خرید کر دیتے ہیں تو یہ تمہارے آنے سے مانع ہوتا میں نے کہا اب تک تو اللہ تعالیٰ نے میرا امتحان کسی بات سے نہیں لیا لیکن اگر اس طرح ہوتا تو نہ معلوم اس وقت میں کیسا ہوتا پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ تجھے کچھ گانا آتا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا سناؤ میں نے یہ قطعہ پڑھا

رأیتک یدنینی الیک تباعدی ☆ فباعدت نفس فی ابتغا التقرب

رأیتک تبنی دائما فی قبعتی ☆ ولو کنت ذا حزم لھدمت ما تبنی

ترجمہ: میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ ترا بُعد مجھے قریب کر رہا ہے تقرب کی طلب سے میرا نفس بعید ہو گیا ہے میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو ہمیشہ میرے فراق کی سوچتا ہے اگر واقعی تم اس کا پختہ ارادہ رکھتے ہو تو جو تم نے سوچ رکھا ہے اس کا خیال چھوڑ دے (میں تیری رضا پہ راضی ہوں) میرے اشعار سن کر آپ جس قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اسے بند کر کے اتنا روئے کہ داڑھی اور رومال تر ہو گیا حتی کہ ان کے رونے کی کثرت سے مجھے بھی ان کے حال پر ترس آ گیا۔ پھر فرمایا کہ بیٹا لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف زندیق ہے اور میرا یہ حال ہے کہ صبح کی نماز سے قرآن مجید پڑھتا تھا مگر میری آنکھ

سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا اور ان اشعار سے مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ (احیاء العلوم)

نوٹ: اس قسم کی حکایات بے شمار ہیں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، رسالہ قشیریہ، قوت القلوب، کشف المحجوب ودیگر کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

سوالات و جوابات

معترض اعتراض میں مجبور ہوتا ہے یا تو اسے حقیقت حال کا علم نہیں ہوتا لیکن جب حقیقت حال کا اسے علم ہو جاتا ہے تو مطمئن ہو کر عند اللہ ماجور ہوتا ہے۔ اگر محض ضد اور قلبی مرض و تشفی کے باوجود اعتراض کرنے سے باز نہیں آتا تو سمجھ لو کہ اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ ''فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا''

ذیل میں چند سوالات و جوابات حاضر ہیں۔

سوال: بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ واجدین وجد کے وقت کپڑا وغیرہ سنبھالتے ہیں پھر کیوں کر یہ مان لیا جائے کہ یہ لوگ بے اختیار ہیں؟

جواب: شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس کی مثال بیمار کی سی ہے، بیمار دیکھتا سنتا ہے، پہچانتا بھی ہے، مگر ہائے وائے اور حرکات اضطرابیہ سے بھی نہیں رک سکتا، اس کی دلیل قرآن پاک سورۂ یوسف آیت " فلمارأیتہ کوکبۃ (الایۃ) " میں ہے ملائماتِ مصر ہاتھ بھی کاٹ رہی ہیں جو بے ہوشی پر دلیل ہے اور " حاش اللہ ما ھذا البشرا" یعنی پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یوسف علیہ السلام بشر نہیں بھی کہہ رہی ہیں تو یہی حال واجد کا ہے۔

آیت ذیل سے بہ تصریح نماز میں رونا اور گرنا ثابت ہے۔

اذا یتلی علیھم یخرون الا ذقان سجدا و یقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا ر لمفعولا ۔

(پ۱۵: بنی اسرائل)

ترجمہ: جب اس کو ان کے پاس پڑھے گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل اور کہتے ہیں، بے شک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے۔

فائدہ: اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ وہ لوگ سجدہ میں بے ہوش ہو کر گرتے ہیں۔ یخرون للا ذقان غائت۔ عشق اور خوف اور خشیت سے مراد ہے اس آیت کے الفاظ " و یقولون سبحان ربنا... الخ "اس اعتراض کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ جب واجدین دیکھتے سنتے پہچانتے اور بسا اوقات پانی بھی طلب کرتے ہیں تو ان کو بے ہوش اور بے اختیار کیوں کہا جائے؟ کیونکہ ان کا سبحان ربنا.... الخ کہنا بے ہوشی کی حالت میں

ہی ہے "بخاری شریف مطبوعہ دہلی صفحہ نمبر ۹۹ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا مراد ابا بکر یصلی باالناس یعنی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ان ابا بکر اذا اقام فی مقامك لم یسمع الناس من البکاء یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ کی جگہ میں کھڑے ہوں گے تو بہ سبب رونے کے لوگوں کو قرأت نہ سنا سکیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عرض کرنے کے بعد پھر حضور ﷺ نے یہی حکم دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کو کہو کہ نماز پڑھائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے رونے سے نہ مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل آ سکتا ہے نہ امام کی نماز میں خواہ امام اتنا روئے کہ اس کی قرأت کی سمجھ بھی نہ آئے اگر رونے سے نماز فاسد ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاف عرض کرتیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رونے سے لوگوں کی نماز فاسد کریں گے مگر عرض کیا کہ لوگوں کو قرأت نہ سنا سکیں گے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ حضور اکرم ﷺ اور جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی " بخاری شریف کے اسی صفحہ میں عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور آپ اس قدر روئے کہ میں نے آپ کے رونے کی آواز صف میں سنی"۔ تفسیر یعقوب چرخی صفحہ ۶ اور روح البیان صفحہ ۲۰ میں ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز پڑھائی جب " ایاك نعبدو ا ایاك نستعین " پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے کتب فقہ منیۃ المصلی قدوری، کنز الدقائق شرح وقائد، درمختار اور فتویٰ عالمگیری، قاضیخاں میں باختلاف الفاظ یہ عبارت موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے نماز میں رونا اور آہ کرنا مفسد نماز نہیں بلکہ اگر مقتدی کو امام کی قرأت اچھی معلوم ہوئی اور رو کر کہے کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی یہ سب عبارتیں ظہور الصفات اور تحقیق الوجد میں ہیں جو چاہے دیکھ کر تسلی کر لے جن کے مطالعہ کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی باانصاف انسان انکار کر سکے۔

میری نماز با حضور میرا امام سرور ☆ ایسے امام سے تو مل ایسی نماز میں تو آ

جب عاشقان الٰہی کو نماز میں حضور قلب حاصل ہو تو وہ مرفوع القلم ہیں جو حرکت بھی ان سے سرزد ہو وہ معتوب نہیں ہے یہی وہ نماز ہے جو پیر کامل قلندر فنافی الرسول کی نظر عنایت سے طلب صادق کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ طلب دنیا نفس پرست کو جس پیر نے مرید صادق کو یہ نماز نہیں پڑھائی وہ پیر نہیں بلکہ خواہشات نفسانیہ کا پتلا ہے جو مرید کا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے قیامت میں اس کو باز پرس ہوگی کیونکہ وہ خدا کا مجرم ہے۔

اک بھی حضور قلب سے ہوتی نہیں ادا ☆ زاہد تیری نماز کو میرا اسلام

نماز بے چینی اور بے قراری کا ہی نام ہے، نماز کی ہیبت کذائیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے، اسلام کے ارکان میں بجز نماز کے اس قدر بے قراری نہیں گویا نمازی اپنے آقا کے سامنے مرغ بسمل کی طرح ہے کبھی دست بستہ کھڑا ہے کبھی کبھی جھک گیا کبھی پیشانی کے بل زمین پر گر گیا پھر اٹھ گیا۔ دیکھا تو جلوۂ یار اسی طرح پر تو فگن ہے پھر اگر غرض کسی وقت میں بھی چین نہیں، کسی وقت قرار نہیں یہ ہے نماز کی ہیبت کذائیہ کا فلسفہ۔ نماز بالفتح عند البعض بمعنی سوز و گداز ہے یعنی نماز کے معنی ہی سوز و گداز کے ہیں۔ صلوٰۃ بمعنی دعا ہے لیکن اصل لغت میں صلوٰۃ (نماز) کے معنی آگ میں داخل ہونے اور گوشت کو بھوننے کے ہیں۔ لغت کی معتبر کتاب قاموس مصنفہ علامہ مجدالدین محمد فروز مراد آبادی میں ہے " صلی اللحم یصلینه ملیا شو اه اوالقاه فی النار وللا حراق..... و صلی النار " خلاصہ یہ صلوٰۃ کے معنی گوشت بھوننے کے ہیں یا جلنے کے لئے آگ میں ڈالنا اور آگ میں داخل ہونا یہ سب محاورات عرب میں راغب اصفہانی میں ہے صلی بالنار ...... و صلیت الشاة و قال یصلی ان و الکبریٰ یصلی نارا سیصلی سعیوا و قال فسوف نصلیه ناوا اصل الصنوه من الصلا۔ یعنی آگ میں داخل ہوا اور میں نے بکری کا گوشت بھونا۔ اس سے آگے قرآن پاک کی متعدد آیات کو استشہاد اپیش کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ صلوٰۃ (نماز) کے معنی آگ میں داخل ہونے اور گوشت بھوننے کے ہیں۔ اسی طرح لسان الغیب حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ۔

در نماز م خم ابروئے تو چوں یاد آمد! ☆ حالتے رفت کہ محراب بغیر یاد آمد!

جس نماز کی تعریف علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس اور علامہ راغب اصفہانی نے لکھی وہ نماز قلعے والی سرکار خواجہ فنافی الرسول رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں کو پڑھ کر دکھا دی ہے۔ ستر ستر سالہ گنہگار سامنے آئے، ایک نگاہ پاک ان پر ڈالی اور عشق رسول میں رنگ دیئے جنھوں نے اس نعمت کی قدر کی دونوں جہان میں پاک ہو گئے ۔

عجیب شان ہے یہ آپ کے دیوانوں کی
دھجیاں خود بخود اڑتی ہیں گریبانوں میں

حضور ﷺ کا معمول نماز کو اول وقت ادا کرنا ہے جب نماز کا وقت ہو جاتا تو طبعیت نہایت بے قرار ہو جاتی جب تک ادا نہ کر لیتے چین نہ آتا۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے صحابہ کرام کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان ہوتے جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ کی حالت یہ ہوتی (کانه لا یعرفنا) کہ گویا آپ ہم میں سے کسی کو پہچانتے ہی نہیں۔ بعینہ یہی حالت قلندر پاک کی تھی۔

ترمذی شریف باب ماجائی الوقت الاول من الفضل میں ہے حضور انور ﷺ سے معانی ہوا کہ حضور ﷺ کونسا عمل

افضل ہے؟ فرمایا **الصلوۃ لا ول وقتھا** یعنی اول وقت نماز افضل عمل ہے۔ **الوقت الا دل من الصلوۃ رضوان اللہ** یعنی اول وقت نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ **کانوا یصلون فی اول الوقت** یعنی یہ ہر دو جانشینان رسول اللہ ﷺ نماز کو اول وقت پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے **قالت مادایت احد کان اثم للظھر من رسول اللہ ﷺ ولا من ابی بکر ولا من عمر** (ترمذی) کہ میں نے ظہر کی نماز کے لئے حضور ﷺ سے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے زیادہ کسی کو جلدی کرنے والا نہیں دیکھا۔ جن حدیثوں میں ہے ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو مووٗل ہیں، شارحین نے فرمایا ان کا مطلب یہ ہے نماز کا مؤخر کرنا اس مسجد میں ہے جہاں لوگ دور سے آتے ہوں ان کے لئے تاخیر کی جاتی تھی۔

انتباہ : احناف کے نزدیک گرمیوں میں نماز ظہر کی تاخیر مستحب ہے۔ فقیر نے رسالہ ''ابراد الظہر'' لکھا ہے مطبوعہ ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔

سوال : بسا اوقات وجد کرنے والوں کے وجد و حال اور ان کے کودنے اور آہ و بکا کا یہ عالم ہوتا ہے کہ تقریر کی سمجھ نہیں آتی اور طبیعت بے لطف ہو جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں کی طبیعت بے لطف ہوتی ہے جن کا دل ابھی غلبۂ عشق و محبت سے مالا مال نہیں وہ لوگ بیزار ہوتے ہیں جو دل میں پہلے ہی اعتراضات اور وساوس لے کر آتے ہیں۔ وجدین کی حرکت بے اختیار جب ثابت ہو چکا کہ ان کی حرکات مفسد نماز بھی نہیں تو اہل دل کی یکسوئی میں کس طرح مخل ہو سکتی ہیں جن میں واجدین کی حرکاتِ آہ و بکا کی وجہ سے خلل واقع ہو وہ لوگ اہل دل نہیں روحانی بیمار ہیں۔ جن کو کسی کا احساس نہیں یا وہ لوگ زاہدانِ خشک کی صحبتوں کے عادی ہیں جن کی تعریف میں کسی اہل دل نے کہا،

ہم جانتے ہیں آئے ہیں ماتم کو فرشتے
جس بزم میں شغل مئے و ساغر نہیں ہو

سوال : اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہے تو صوفی قوالوں کے سرود سننے پر کیوں جمع ہوتے ہیں۔ قاریوں کے حلقہ میں ہوتا نہ کہ قوالوں میں اور یہ بھی چاہئے تھا کہ ان کا اجتماع اور وجد کرنا قاریوں کے حلقہ میں ہوتا نہ قوالوں میں اور یہ بھی چاہئے تھا کہ ہر ایک دعوت میں اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ کہ قوال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سرود سے افضل ہے۔

جوابات : اگرچہ قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہے مگر اس کی بہ نسبت وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہے۔ احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی قدس سرہ نے اس کے سات جوابات لکھے ہیں۔

(۱) قرآن مجید کی تمام آیات سننے والے کے مناسب حال نہیں اور نہ اس قابل ہیں کہ تمام کو سمجھ کر جس حال میں وہ مبتلا ہے

اس پر ڈھال لے۔ مثلاً جس پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اس کے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہو گی۔

یو صیکم اللہ فی اولاد کم للذکر مثل حظ الانثین ۔ (النساء ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان : اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹوں کے برابر ہے۔

اور یہ آیت والذین یر مون المحصنات الغفلت المؤمنٰت۔ (نور، ۲۳)

ترجمہ کنزالایمان : بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں ان پارسا ایمان والیوں کو۔

اسی طرح وہ آیات جن میں احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہ ہیں اور دل کی بات محرک وہی چیز ہوتی ہے جو اس کے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعراء نے نظم کیا ہے تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ ان اشعار سے حال کے سمجھنے میں کچھ تکلف نہیں کرنا پڑتا ہاں جس پر حالت زبردست غالب ہو اس کے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجائش ہی نہ ہو اور تیزی طبع اور ذکائے ذہن اتنا ہو کہ الفاظ میں سے دور دور کے معنی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص ہر بات سننے پر وجد کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یو صیکم اللہ فی اولاد کم سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حجت ہوتی ہے اور یہ کہ انسان کو ضروری ہے کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزیں ہیں ان میں سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لئے چھوڑے اور دونوں سے جدائی کر جائے (تو اس خیال سے اس پر خوف اور فزع غالب ہو جائے) یا یو صیکم اللہ میں صرف اسم ذات سن کر مدہوش ہو جائے نہ اس کے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے معانی کی یا دل میں یہ خیال سے گزرے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہئے کہ بندوں پر عنایت رہے اور خیال سے رجا کی حالت جوش کر یگی اور موجب اس کے سرور استبشار کا موجب ہو گی یا للذکر مثل حظ الانثین سے دل میں یہ خیال کرے کہ مرد کو مردیت کی وجہ سے عورت پر فضیلت ہے اور آخرت میں فضیلت ان مردوں کو ہے جن کی شان یہ ہے۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ (النساء، ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان : وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جیسے عورت اموالِ دنیا میں پیچھے رہ گئی ویسے ہی ہم بھی آخرت کی نعمتوں سے پیچھے نہ رہ جائیں تو اس طرح کے خیالات سے بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہے لیکن اسی شخص کو جس میں دو وصف ہوں ایک تو حالت مستغرق غالب ہو دوسرے فطانت جید اور ذکاء کامل کہ قریب کی باتوں پر واقف ہو جائے اور ایسے مردانِ خدا چونکہ کمیاب ہیں اسی لئے تاویل کی جاتی ہے کہ اس میں الفاظ ان کے احوال کے مناسب ہوتے ہیں۔ سنتے ہی فوراً حالت وجد آ جاتا ہے۔

(۲) قرآن مجید اکثر لوگوں کو یاد ہوتا ہے اور کانوں اور دلوں پر کثرت سے آتا جاتا ہے اور جو بات کہ پہلی بار سنی جاتی ہے اس کا اثر دلوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور دوسری دفعہ میں اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہیں اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جائے کہ جس پر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے عرصہ میں ایک دن یا ہفتہ کے اندر وجد کیا کرے تو اس سے کبھی نہ ہو سکے گا۔ اگر شعر بدل دیا جائے تو اس کا اثر اس کے دل میں جدید پیدا ہو گا اگر چہ مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا ہونا نفس کو متحرک کر دیتا ہے گو قول وہی ہو اور قاری سے ممکن ایسا نہیں کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور سورت نئی تلاوت کرے اس لئے کہ قرآن مخصوص ہے اس میں نہ کچھ ہو سکتا ہے نہ الفاظ بدل سکتے ہیں وہ تو کل کا کل محفوظ ہے بار بار وہی سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیہاتیوں کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اسے سن کر روتے ہیں تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے۔ (بار بار سن کر سخت یعنی اس سے مانوس ہو گئے ہیں)

ازالہ وہم: اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دل دیہاتیوں میں بھی زیادہ سخت تھا یا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام سے اتنی محبت نہ تھی جتنی دیہاتیوں کو تھی بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ دل پر مکرر گزرنے سے عادی ہو گئے تھے اور کثرتِ اسماع کی وجہ سے اس سے اتنا انس تھا کہ اثر کم محسوس ہوتا تھا کیونکہ عادۃً محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت سنے جسے پہلے نہ سنا ہو اور اگر یہ کرے پھر تیس سال تک ہمیشہ اسی کو مکرر پڑھ کر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہیں ہوتی اس لئے کچھ اثر نہیں ہوتا اور یہ مشہور ہے کہ **کل جدید لذیذ** ہر نئی چیز مزے دار ہوتی ہے۔ ہر نئی بات کا ایک اثر ہوتا ہے اور ہر مانوس شے کے ساتھ انس ہوتا ہے اسی لئے دل پر ایسا اثر نہیں ہوتا جو جدید شے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حکایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نہ کرنے دیں اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ لوگ کہیں اس گھر سے مانوس نہ ہو جائیں اور پھر اس کی وقعت دل میں کم ہو جائے۔ کیونکہ جو شے بار بار عمل میں آئے اس سے جی دو بھر ہو جاتا ہے اور کعبہ سے ایسا کرنا بے ادبی و گستاخی ہے تجربہ شاہد ہے کہ جو شخص حج کو جاتا ہے اور خانہ کعبہ پر اس کی پہلی نگاہ پڑتی ہے تو روتا اور چلاتا ہے اور بعض اوقات تو دیکھتے ہی بعض لوگوں پر غش آ جاتا ہے اور پھر اتفاقاً مکہ مکرمہ میں مہینہ بھی ٹھہرتا ہے تو وہ بات دل میں نہیں پاتا جو پہلے دیکھی تھی۔ یونہی قرآن مجید انسان عموماً پڑھتا ہے مانوس ہو جاتا ہے پھر اس کی آیات و کلمات بدل بھی نہیں سکتا بخلاف اجنبی اور نئے اشعار کے ہر وقت تبدیل کر کے پڑھ سکتا ہے لیکن آیات میں قاری سے ایسا نہیں ہو سکتا۔

(۳) کلام کے موزوں ہونے سے شعر کا مزہ بدل جاتا ہے اور دل میں غلط اثر ڈالتا ہے کیونکہ اچھی آواز موزوں ہوتی ہے اور

کلام الٰہی شعری وزن نہیں ہوتا یعنی وزن اشعار میں پایا جاتا ہے آیات میں نہیں ہوتا اور وزن کو اس میں اتنا دخل ہے کہ پڑھنے والا جس شعر کو پڑھتا ہے تو اس میں اگر زحاف کر دے یا غلطی کرے یا لے کی حد سے (جو نغمہ میں ہوتی ہے) ہٹ جائے تو سننے والے کا دل گھبرائے گا اور اس کا ذوق بے ذوقی سے بدل جائیگا بلکہ طبیعت کو عدم مناسبت کی وجہ سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل لازماً پریشان ہوگا۔ بخلاف قرآن مجید کی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی بلکہ معمولی سی تبدیلی سے گناہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ راگ کے رنگ میں قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔

(۴) شعر موزوں کی تاثیر دل میں نغموں کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے جن کو لے کہتے ہیں اور یہ باتیں حرف مقصور کو بڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ میں وقف کرنے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول کرنے سے ہوتی ہے اور ایسا تصرف اشعار میں درست ہے مگر قرآن مجید میں جائز نہیں کیونکہ اس میں تلاوت اسی طرح کرنی چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اگر متقضائے تلاوت کے خلاف اس میں مد کی جگہ قصر یا اس عکس یا وقف یا وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام اور مکروہ ہوگا اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل ہوا ہے پڑھا جائے گا تو اس میں وہ اثر نہ ہوگا جو نغموں کے سُروں سے ہوتا ہے حالانکہ تاثیر میں وہ سب سرود مستقل مؤثر ہیں اگرچہ سمجھے نہ جائیں جیسے تاروں کے باجوں اور نفیری اور شاہین اور تمام آوازوں میں جو سمجھ میں نہ آئیں اثر دیکھا جاتا ہے۔

(۵) نغمات موزوں کی تاکید اور آوازوں موزوں سے بھی ہو جاتی ہے جو حلق سے نہیں نکلتی مثلاً لکڑی سے گن لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہے اس لئے کہ وجد تب ابھرتا ہے جب اس کا سبب قوی ہو اور ان تمام باتوں کے یکجا ہونے سے سنن قوی ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو تاثیر میں دخل ہے اسی لئے واجب ہے کہ قرآن مجید کو ان جیسے اُمور سے بچایا جائے اس لئے کہ عوام کے نزدیک ان اُمور کی صورت کھیل جیسی ہے اور قرآن بالاتفاق کھیل نہیں کیونکہ حق محض میں ایسی چیز ملانا جو عوام کے نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل جیسی صورت ہو تو جائز نہ ہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم چاہیے کہ عام راستوں پر بھی نہ پڑھا جائے اور نہ ہی جنابت کی حالت میں اور نہ ہی بے وضو ہونے کے وقت بلکہ ایسی مجلس میں پڑھا جائے جس میں خاموشی ہی خاموشی ہو اور ظاہر ہے کہ حق حرمت قرآن کا حق ان لوگوں کے سوا اور کسی سے پورا نہیں ہوسکتا جو اپنے احوال کے نگران ہیں۔ اسی وجہ سے راگ کی طرف میلان کیا جاتا ہے جس میں اس نگرانی اور لحاظ کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے شادی کی راتوں میں دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست حالانکہ دف بجانے کا حکم حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکاح کو ظاہر کرو اگرچہ چھلنی بجانے سے ہو (اوکما قال رسول اللہ ﷺ)

مسئلہ : اشعار کے ساتھ دف بجانا درست ہے نہ کہ قرآن مجید سے یہی وجہ ہے کہ جب حضور ﷺ ربیع بنت معوذ کے گھر

میں ان کی شادی کے دن تشریف لے گئے اور ان کے پاس کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں آپ نے ایک جملہ سنا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد (اور ہمارے میں وہ نبی علیہ اسلام ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں) آپ نے فرمایا وہی پڑھو جو پڑھنا ہے۔(اوکمارسول اللہ ﷺ)

ازالہ وھم : اس جملہ سے وہابی دیوبندی استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں (بالخصوص کل کیا ہوگا) اس کے فقیر نے متعدد جوابات اپنی تصنیف " غایتہ المامولہ اور نور الھدی" میں لکھے ہیں اور جواب یہ ہے کہ آپ نے لڑکی کو اس شعر سے اس لئے روکا کہ وہ شعر موضوع کے خلاف تھا اس لئے کہ موضوع غزوات کی داستان تھی اور وہ مناقب پڑھنے لگیں۔ (اُویسی غفرلہ)

اشعار گانے کے جواز کی وجہ یہی تھی یہ نبوت کی شہادت ہے اور یہ راگ کھیل ہوتا تو شہادت نبوت نہ ہوتی اسے ایسی چیز سے نہیں ملانا چاہیے جو کھیل کی صورت پر ہو کہ اس صورت میں ان اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جسے دل کی تحریک کرتا ہے تو اسی لئے اسے اس قول سے منع فرمایا اور اس مصرعہ کی اجازت دے دی۔ (احیاء العلوم)

فائدہ : یہ وہابیوں دیوبندیوں کے لئے امام غزالی قدس سرہ کی طرف سے جواب ہوگا کہ موضوع کی تبدیلی کی وجہ سے روکا۔ (اُویسی غفرلہ)

انتباہ : جیسے اس لونڈی پر شہادتِ نبوت سے اشعار گانا ثابت ہوا تو ایسے ہی اشعار کی تبدیلی ضروری ہوئی لیکن یہ باتیں قرآن مجید میں نہیں ہوسکتیں۔

اور کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہے کہ سننے والے کے حال کے موافق نہیں ہوتا اسی لئے وہ اسے برا جانتا ہے اور قوال کو روک دیتا ہے یہ نہ کہو دوسرا اشعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہیں ہوا کرتا پس اگر دعوتوں میں قاری سے کچھ پڑھوایا کرتے تو بعید نہیں کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو ان کے حال کے موافق نہ ہوتی حالانکہ قرآن سب کا سب لوگوں کے لئے شفاء ہے مگر باعتبار حالات کے ہے مثلاً رحمت کی آیات خائف کے حق میں شفاء ہیں اور عذاب کی آیات بے خوف اور مغالطہ میں پڑے ہوئے شخص کے لئے شفاء ہیں اسی طرح ہر آیت کا قیاس کیجیے۔

ثابت ہوا کہ قرآن پڑھنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ ہو اور کوئی اسے اچھا نہ سمجھے اور کلام الٰہی کو برا سمجھنے کے خطرہ سے احتراز کرنا نہایت واجب اور ضروری ہے اسی لئے اس سے نجات کی تدبیر یہی ہے کہ کلام کو اپنے حال پر رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے اس سے کسی دوسری صورت پر ڈھالنا جائز نہیں اور شاعر کے شعر کو جائز ہے کہ اس کی مراد کے سوا پر محمول کرلیا جائے۔

خلاصہ : قرآن مجید میں یا تو اس کے برا جاننے کا خطرہ ہے یا تاویل غلط کا اندیشہ جو حال کے موافق ہو تو کلام الٰہی کو ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھنا اور اس کی توقیر واجب ہے یہ چھ وجوہ قرآن مجید کے سننے اور اشعار کی طرف صوفیہ کے میلان کی مجھے محسوس ہوئے ہیں۔ یہ امام غزالی قدس سرہ کا بیان ہے (احیاء العلوم) ایک اور وجہ لکھی

(ا) وہ وجہ یہ ہے جسے ابونصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہے کہ قرآن سے سماع نہ کرنے کا عذر اس طرح لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور چونکہ وہ حق اور غیر مخلوق ہے تو بشریت جو اس کی مخلوق ہے میں اس کی تاب نہیں اور اگر چہ معمولی قرآن مجید کے معانی اور ہیبت واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات ہٹ جائیں بلکہ مدہوش و متحیر ہو جائے مگر نغماتِ عمدہ کو طبیعتوں سے مناسبت ہے اور ان کی نسبت لذتوں کی سی نسبت ہے اور اُمور حقہ سے اسے کوئی نسبت نہیں اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہے تو جب اشعار کے اشارات اور لطائف نغمات واصوات سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہیں اور لذتوں سے قریب تر اور دلوں پر ہلکے محسوس ہوتے ہیں اس لئے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جب تک بشریت رہتی ہے ہم اپنی صفات اور حظوظ پر ہیں تو ہمیں راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش محسوس ہوتے ہیں اس لئے ان حظوظ کی بقاء کے مشاہدہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہوں اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اسی سے اس کا آغاز اور اسی پر اس کا انجام ہے حظوظ کے متلاشی نہ ہوں۔ (یہ ابونصر کی تقریر اور انکا عذر کا خلاصہ ہے)

خلاصہ : کوئی دل اگر چہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربان کئے ہوئے ہوا سے اللہ تعالیٰ کا قرب ہوگا اور شعراء تو اس کے واقف بھی نہیں ہوں گے لیکن شعراء انسان میں وہ جوش پیدا کرتے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہیں ہوتا اور یہ بات شعر کے وزن اور طبائع سے ہم شکل ہونے کیوجہ سے ہوتی ہے۔

نکتہ: چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہیں اس لئے انسان شعر بنانے پر قادر ہے لیکن قرآن مجید چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہے اس لئے قوت بشری میں نہیں کہ ویسا کلام کہہ سکے کیونکہ اس کی طبیعت کے ہم شکل نہیں۔

انتباہ : فقیر نے اس سوال کے جواب میں حضرت امام غزالی قدس سرہ کے تتبع میں طوالت کر دی ہے اس لئے کہ فقیر کے دور میں نعت خوانی کی محافل کا انعقاد بڑے ذوق وشوق سے ہوتا ہے مخالفین عوام کو بہکاتے ہیں کہ یہ لوگ قوالی کے عاشق ہیں یہ لوگ قرآن سننے سے کوتاہی کرتے ہیں لیکن نعت خوانی کا بڑا اہتمام کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اہل انصاف کے لئے یہ جوابات کافی ہیں ضدی ہٹ دھرم تو ہے ہی لاعلاج۔

یادرہے کہ قوالی شے دیگر ہے وہ بھی ہمارے نزدیک بلاشرائط سننا حرام ہے اس کے شرائط کچھ اسی رسالہ میں بیان کئے گئے ہیں تفصیل دیکھنی ہو تو امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' کا ترجمہ ''انطاق المفہوم'' کا مطالعہ کیجئے۔ جن لوگوں نے محافل میلاد و محافل نعت کو بھی قوالی کہا ہے یہ ان کی شرارت ہے کیونکہ نعت خوانی کی جس طرح دورِ حاضرہ میں بعض محافل منعقد ہوتی ہیں یہ شرعاً جائز ہے بلکہ عبادت ہے تفصیل و تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کے رسائل ''نعت خوانی عبادت ہے'' ''نعت خوانی پر انعام نبوی'' ''نعت خوانی کا ثبوت۔''

گستاخی کا انجام بد : چونکہ شرعی سماع اور صحیح محافل نعت خوانی میں بعض خوش قسمتوں پر وجد بھی طاری ہو جاتا ہے بعض دھمال نہ سہی بے ساختہ و بلا ارادہ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو ان پر منکرین نے اعتراض کرنا ہی ہے لیکن بعض سنی شامل مجلس بھی انکار اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اس سے انہیں احتراز ضروری ہے ممکن ہے یہ وجد اور اس کی حرکت حقیقی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندہ ہو تو اعتراض و انکار پر انجام برباد ہو گا کیونکہ اللہ والوں پر اعتراض و انکار سے منجانب سزا ملتی ہے بلکہ خاتمہ خراب ہونے کا خطرہ ہے چند حکایات ملاحظہ ہوں۔

فقیر نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں (۱) گستاخوں کا برا انجام (۲) بے ادب بے نصیب۔ ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

اولیاء کرام پر اعتراض کرنے کا انجام بد

(۱) شیخ ابو عبداللہ محمد بن الحسن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اہل سنجار میں سے ایک شخص بلا وجہ اسلاف صالحین پر نکتہ چینی کیا کرتا تھا اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اس سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا گیا تو وہ ہر قسم کی بات تو کر لیتا تھا لیکن کلمہ اس کی زبان سے ادا نہ ہوتا تھا اور لوگوں سے کہتا کہ کلمہ پڑھنے کی مجھ کو تکلیف نہ دو۔

یہ واقعہ لوگوں نے جب شیخ (سوید سنجاری) رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو آپ کچھ دیر سرنگوں رہے اور اس کے پاس تشریف لائے اور اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی آپ کی تلقین سے اس نے متعدد بار کلمہ پڑھا۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ

''یہ اسلاف کو برا بھلا کہنے کی سزا تھی اور جب میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی تو مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر وہ اولیاء جن کی اہانت کا یہ مرتکب ہوا ہے راضی ہو جائیں تو ہم تیری شفاعت قبول کر لیں گے۔ چنانچہ میں نے معروف کرخی، سری سقطی اور جنید و شبلی رحمۃ اللہ علیہم سے عالم روحانیت میں اس کی خطا معاف کر دینے کی سفارش کی جس کو ان نیک لوگوں نے قبول فرما لیا اور اس کے منہ سے کلمہ جاری ہو گیا''

پھر اس مریض شخص نے بتایا کہ جب کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا تو ایک سیاہ سی چیز کود کر میرا منہ بند کر دیتی تھی اور مجھ سے کہتی کہ میں اولیاء کرام کی طرف سے تیرے لئے ایک سزا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے اس سیاہی کو سرنگوں کر

دیا اور اس وقت میں نے زمین و آسمان کے درمیان ایک نورانی لشکر دیکھا جو سواریوں پر "سبوح قدوس اور رب الملائکۃ والروح" کا ذکر کر رہا تھا۔ پھر وہ شخص مرتے دم تک کلمہ شہادت کا ورد کرتا رہا۔ (قلائد الجواہر ص ۴۰۱)

فائدہ: حضرت شیخ ابو عمرو عثمان بن مروزہ بطائحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اولیا کے قلوب معرفت کا ظرف ہوا کرتے ہیں، قلوبِ عارفین ظرفِ محبت اور قلوب محبین ظرف مشاہدہ اور قلوب شاہدین ظرف فوائد ہوا کرتے ہیں۔ پھر ان حالات کے کچھ آداب بھی ہیں اور وہ شخص ان آداب سے غافل ہو جاتا ہے وہ اپنی ہلاکت کا اہتمام کرتا ہے"۔ نیز آپ فرماتے ہیں

"غافل لوگ اللہ کے حکم میں زندگی گزارتے ہیں اور ذکر کرنے والے روحانی زندگی بسر کرتے ہیں عارفین اللہ کے لطف و کرم میں زندہ رہتے ہیں صدیقین قرب الٰہی میں حیاتِ تازہ پاتے ہیں اور محبت کرنے والے بساط الٰہی پر اس طرح جیتے ہیں کہ وہ ان کو کھلاتا پلاتا ہے" (قلائد الجواہر ص ۴۰۷)

(۲) شریف محمد بند خضر الحسین بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ موصل کے قاضی یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ قضیب البان علیہ الرحمۃ سامنے آگئے۔ اس وقت گلی میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت یہاں کوئی موجود ہوتا تو میں ان کی گرفتاری کا حکم دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی چند قدم چلنے کے بعد دیکھا قضیب البان نے کردیوں جیسی شکل اختیار کر لی تھی۔ پھر چند قدم چل کر بدویوں جیسی صورت تبدیل کر لی۔ پھر چند قدم چل کر فقیہوں جیسی صورت ہوگئی اس کے بعد اپنی اصلی شکل اختیار کر کے پوچھا کہ

"اے قاضی! ان چار صورتوں میں سے قضیب البان (رحمۃ اللہ علیہ) کی کون سی صورت ہے جس کو شہر بدر کرنے کے لئے بادشاہ سے کہنا چاہتے ہو (قضیب البان ایک کامل ولی اللہ تھے ان کی اس قسم کی بے شمار کرامات ہیں)

قاضی صاحب کا بیان ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر میں نے ادب کے ساتھ جھک کر شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اللہ سے اپنے سوئے ظن پر استغفار کی۔ (قلائد الجوہر ص ۴۱۸)

فائدہ: ایک مرتبہ آپ کا ذکر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ "وہ ایسے مقرب بارگاہ ولی ہیں جو صدق و اخلاص پر قائم رہتے ہیں"

(۳) الشیخ ابو الحسن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ تھے) کے پاس ایک خادمہ جس کا نام ریحانہ اور لقب بنت البہا تھا وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو شیخ سے عرض کیا کہ مجھے کھجوروں کی خواہش ہے۔ جبکہ قریہ وزیراں میں کھجور کا وجود تک نہ تھا۔ البتہ قریہ قطفا میں عبد السلام نامی

شخص کے پاس کھجوریں موجود تھیں۔

چنانچہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قریہ کی طرف منہ کر کے فرمایا "اے عبدالسلام! ریحانہ کے لئے کھجوریں پیش کرو" اس آواز کو اللہ تعالٰی نے اس کے کانوں تک پہنچا دیا اور اس نے سفر کر کے وہ کھجوریں ریحانہ کی خدمت میں پیش کیں۔ جن کو ریحانہ نے خوب سیر ہو کر کھایا اور جب عبدالسلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں شیخ سے بھی زیادہ کھجوریں عزیز ہیں؟ اس نے کہا کہ میں تو دین و دنیا کو خیر باد کہہ کر صرف شیخ علی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خادمہ بن چکی ہوں۔ "جا تیرا انجام تو نصرانی ہونا ہے" یہ کہہ کر وہ فوت ہوگئی اور جب عبدالسلام بغداد واپس ہوئے تو راستے میں کچھ نصرانی عورتوں سے ملاقات ہو گئی۔ جن میں سے ایک کے ساتھ انہوں نے نکاح کا اظہار کر دیا لیکن اس نے شرط لگائی کہ تم نصرانیت قبول کرلو تو تم سے نکاح کر سکتی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے نصرانی مذہب قبول کر لیا اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے اور اس عورت سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

جب عبدالسلام شدید بیمار ہوئے تو کسی نے حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس کے اوپر ریحانہ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالٰی کا غضب نازل ہوا ہے اور اب وہ چونکہ اس سے راضی ہوگئی ہے اس لئے میں اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو اپنے اصلی دین پر پھیر دے کیونکہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ اس کا حشر نصاریٰ کے ساتھ ہو" پھر آپ نے عمر بزاز علیہ الرحمۃ کو حکم دیا کہ "اس بستی میں جا کر اس کے اوپر ایک گھڑا پانی بہا دو اور اس کو میرے پاس لے آؤ۔"

چنانچہ جب اس کے اوپر پانی بہایا گیا تو وہ صحت یاب ہو گیا اور تائب ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام بیوی بچوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور جب سب لوگ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالسلام کی تمام صلاحیتیں جو مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے ختم ہوگئی تھیں عود کر آئیں۔" (قلائد الجواہر ص ۳۱۸_۳۱۹)

گفتہ او گفتہ اللہ بود ☆ اگر چہ از حلقوم عبداللہ بود

(۴) ابن السقا کے انجام بد کا واقعہ بھی بہت مشہور و معروف ہے اب سعید عبداللہ محمد بن بتہ اللہ تمیمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸۰ھ میں جامع دمشق میں بیان کیا کہ میں جوانی میں تحصیل علوم کے لئے بغداد گیا وہاں مدرسہ نظامیہ میں ابن السقا میرا رفیق تھا ہم عبادت کیا کرتے تھے اور صالحین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں بغداد میں ایک شخص تھا جسے غوث کہا کرتے تھے۔ اس کی نسبت مشہور تھا کہ وہ جب چاہے ظاہر ہو جاتا ہے اور جب چاہیں غائب ہو جاتا ہے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی وہیں تعلیم پاتے تھے۔ ایک روز ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لئے گئے راستے میں ابن

السقا نے کہا میں اس غوث سے آج ایک مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب وہ نہ دے سکے گا۔ میں نے کہا کہ میں بھی ایک مسئلہ دریافت کروں گا تاکہ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی پناہ کہ میں اس کے سامنے اس سے کچھ پوچھوں۔ میں تو اس کی زیارت کی برکات کا منتظر رہوں گا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس غوث کو مکان میں نہ پایا اس لئے ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اس نے ابن السقا کی طرف غصہ سے نگاہ کی اور کہا اے ابن السقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا پوچھنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب مجھے نہ آئے وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تجھ میں کفر کی آگ شعلہ زن ہے۔ پھر اس غوث نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے تاکہ دیکھے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے تیری بے ادبی کے سبب تجھ پر دنیا تیرے کانوں کی لو تک گرے گی۔ پھر اس نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف نگاہ کی۔ انھیں اپنے پاس بٹھایا ان کی عزت کی اور فرمایا اے عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) تو نے اپنے ادب سے اللہ اور رسول ﷺ کو راضی کر لیا میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں مجمع میں کرسی پر بیٹھا ہوا وعظ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" (قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله) میں گویا تیرے وقت کے اولیاء کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے تیری عظمت کے آگے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں یہ کہہ کر وہ غوث اسی وقت ہم سے غائب ہو گئے اور ہم نے پھر انہیں نہیں دیکھا۔ مگر ان کے ارشاد کے مطابق سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لئے قرب الٰہی کی علامت ظاہر ہوئی خاص و عام اس پر جمع ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" اور اس وقت کے اولیاء نے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو تسلیم کر لیا۔

ابن السقا علوم شرعیہ میں مشغول ہوا یہاں تک کہ ان میں ماہر ہو گیا اور اپنے زمانے کے بہت سے لوگوں سے سبقت لے گیا اور تمام علوم میں مناظرہ میں مخالف کو ساکت کرنے میں مشہور ہو گیا۔ چونکہ فصیح اور صاحب عظمت بھی تھا۔ اس لئے خلیفۂ وقت نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور شاہ روم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا شاہ مذکور نے اسے صاحب فنون پایا اور اس سے خوش ہوا اور عیسائی مذہب کے علماء اور پادریوں کو مناظرہ کے لئے جمع کیا ابن السقا نے مناظرہ میں سب کو ساکت کر دیا اس لئے وہ شاہ روم کی نظر میں بزرگ ہو گیا پھر اس نے بادشاہ کی لڑکی جو دیکھی تو اس پر عاشق ہو گیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے۔ شاہ روم نے کہا کہ تمہارے عیسائی ہوئے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ابن السقا عیسائی ہو گیا بادشاہ نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی تب ابن السقا کو اس غوث کا قول یاد آیا اور وہ سمجھ گیا کہ اسی کے سبب میں اس مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں۔

رہا میں سو میں دمشق میں آیا اور سلطان نور الدین زنگی شہید نے مجھے بلایا اور اوقاف کا حاکم بنا دیا۔ پس ہر طرف سے دنیا مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ اسی طرح ہم تینوں کی نسبت جو کچھ اس غوث نے فرمایا تھا وہ بالکل سچ نکلا۔

واقعہ مذکورہ بالا کو نقل کر کے شیخ ابن حجر مکی یوں تحریر فرماتے ہیں

اس حکایت میں جو ناقلین عادلین کی کثرت کے سبب معنی کی رو سے متواتر ہے اولیاء اللہ سے انکار پر بڑی زجر و توبیخ ہے مبادا منکر اولیاء اللہ ابن السقا کی طرح ابدی ہلاکت کے فتنہ میں مبتلا ہو کہ جس سے بدتر کوئی فتنہ نہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کی ذات کریم اور اس کے رؤف و رحیم حبیب پاک ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنے احسان وکرم سے ہمیں اس سے اور ہر ایک فتنہ اور بلا سے امن میں رکھے اور نیز اس حکایت میں اس امر کی بڑی ترغیب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ کی نسبت حسن اعتقاد اور حسن ظن رکھنا چاہیئے اور ان کا ادب کرنا چاہیے۔

(تذکرہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ص ۵۹ تا ۶۲ از علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ، نفحات الانس ص ۷۵۹)

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔ "

''جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔''

فائدہ : اولیاء اللہ بغض وعناد رکھنا، ان سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو دعوت جنگ دینے کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی شانِ جباری وقہاری کا بھلا کیونکر مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اولیاء اللہ کے ساتھ عقیدت ومحبت اور حسن ظن رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اللھم آمین بحرمة سید المرسلین ﷺ

(۴) ابن خلقان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ یوسف بن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے اور بہت سے علماء کا اجتماع تھا اثنائے وعظ میں ابن سقا نامی فقیہ نے ایک مسئلہ غلط انداز سے دریافت کر کے آپ (شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) کو تکلیف پہنچائی چنانچہ شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیہ سے کہا کہ تمہارے کلام میں کفر کی بو آتی ہے اور تم یقیناً کسی دوسرے مذہب پر مرو گے۔

چنانچہ جب شاہ روم کا قاصد خلیفہ وقت کے پاس آیا تو یہی فقیہ ابن سقا اس کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں نصرانی ہو کر مر گیا۔ حالانکہ وہ حالت اسلام میں بہترین قاری تھا۔ بعض لوگوں نے اس کا واقعہ بیان کیا کہ حالت مرض میں اس کو قسطنطنیہ کی ایک دکان میں اس حالت میں دیکھا گیا کہ پنکھا ہاتھ میں لئے اپنے چہرے سے مکھیاں اڑاتا تھا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ اب بھی تجھ کو قرآن یاد ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ سوائے ایک آیت کے اور کچھ یاد نہیں اور وہ آیت ہے

"ربما یود اللذین کفروا لو کانو مسلمین"

(بسا اوقات کافر تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے)

فائدہ : اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔ اے عزیزو! تمہیں اللہ والوں پر تنقید ترک کر کے اولیاء کرام پر اعتقاد رکھنا چاہئے اس لئے کہ ان کی دعا تیر بہدف اور سمِ قاتل کا حکم رکھتی ہے لہٰذا ان پر اعتراض نہ کرو کیونکہ تنقید اور ترکِ اعتقاد سے جو انجام ابن سقا کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس انجام سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین (قلائد الجواہر ص ۳۸۸)

(۵) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی خانقاہ میں آیا تو دروازے پر ایک شخص کو پڑا ہوا پایا جو خستہ حال اور ٹوٹے ہوئے پاؤں والا تھا۔ اس شخص نے شیخ صاحب کی خدمت میں اس شخص کی بابت عرض کی اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا اس نے بے ادبی کی ہے پوچھا کون سی بے ادبی فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہے ایک یہ اور دو اس کے ہمراہ ہوا میں اڑتے جا رہے تھے جب ہماری خانقاہ کے برابر آئے تو اس کا ایک یار خانقاہ سے منحرف ہو گیا اور ادب کی وجہ سے بائیں طرف ہو کر گزر گیا اور دوسرا دائیں طرف سے مگر یہ بے ادبی کر کے اوپر سے گزرا جس کی وجہ سے گر پڑا۔ (فوائد الفواد ص ۲ تا ۳)

(۶) **حضرت شیخ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کا ادب:** آپ ایک مرتبہ نمازِ جمعہ کے لئے نکلے اور اپنے خچر پر سوار ہو رہے تھے کہ قدم نیچے اتار لیا۔ پھر کچھ توقف کے بعد اس پر سوار ہوئے اور جب لوگوں نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ

"میں نے اس لئے قدم نیچے اتار لیا کہ اس وقت میرے سردار اور میرے شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بغداد میں اپنے خچر پر سوار ہو رہے تھے اور میں نے پیش قدمی کو احترام کے منافی تصور کیا"

آپ کے صاحبزادے شیخ ابو حفص بیان کرتے ہیں کہ میں نے والد کے ہمراہ ایک سفر کا قصد کیا تو آپ نے اپنی سواری پر قدم رکھ کر نیچے اتار لیا اور گھر میں چلے گئے اور میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ

"اب میرے قدموں کے لئے کہیں جگہ نہیں۔" اس کے بعد زندگی بھر طفسونج سے باہر نہیں گئے۔

"آپ ان بزرگوں میں سے تھے جو یہ فرماتے تھے کہ اولیاء کرام میں میری پشت ایسی ہے جیسی پرندوں میں کلنگ کی ہوتی ہے یعنی میں لمبی گردن والا ہوں (انا بین الاولیاء کالکرکی بین الطیور اطولھم عنقا) اور جس مرید کے اوپر کوئی بار ہو وہ میرے اوپر رکھ دے۔"

جس وقت آپ نے یہ فرمایا تو شیخ ابوالحسن علی الحسینی رضی اللہ عنہ نے جو خود بھی صاحب معرفت تھے اپنی گدڑی اتار کر

کہا کہ یہ آپ کے سامنے ہے یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ "اس گدڑی میں مجھے ایک دھاگہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جو عنایت الٰہی سے خالی ہو"۔

یہ فرما کر ان کو گدڑی پہن لینے کا حکم دیا لیکن انہوں نے کہا کہ میں جس لباس کو اتار چکا اس کو واپس نہیں لیتا اور یہ کہہ کر جنت نامی قریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دے کر کہا کہ اے فاطمہ! میرا لباس لے کر آؤ چنانچہ اس آواز کو وہاں سے ان کی بیوی نے (کافی فاصلہ ہونے کے باوجود) سن لیا اور وہ راستے میں کپڑے لاتی ہوئی ملیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر شیخ عبدالرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ تمہارا شیخ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "ان کا ذکر صرف زمین پر ہے کیونکہ میں چالیس سال سے حق تعالیٰ کے نزدیک منزل درکات میں ہوں لیکن میں نے ان کو کبھی آتے جاتے نہیں دیکھا"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے دربان ساربان اور حرم کے غلاموں کو حکم دیا کہ "طفسونج کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ راستہ میں تمہیں شیخ عبدالرحمٰن کے خدام کی ایک جماعت ملے گی جس کو فلاں فلاں مقصد کے لئے بھیجا ہے ان سے ملاقات کر کے انہیں واپس شیخ عبدالرحمٰن (علیہ الرحمۃ) کے پاس لے جانا اور شیخ سے سلام کر کے کہنا کہ شیخ عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ چونکہ منزل درکات میں ہیں اور اہل درکات بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے والوں (مقام مخدع والوں) کو نہیں دیکھ سکتے۔ حضوری میں رہنے والے اہل خلوت کو نہیں دیکھ سکتے اور میں تو باطنی دروازے سے اسی طرح آتا جاتا ہوں کہ تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ فلاں خلعت فلاں وقت جو تم کو عطا کی گئی تھی وہ میرے ہاتھوں سے نکلی تھی اور وہ خلعت رضا تھی۔ دوسری علامت یہ ہے کہ فلاں شب کو جو تم کو فلاں اعزاز عطا کیا گیا تھا وہ بھی میرے ذریعہ سے پہنچا تھا اور وہ شرف فتح ہے۔ تیسری علامت یہ ہے کہ منزل درکات میں ایک ہزار اولیاء اللہ کی موجودگی میں جو خلعت ولایت عطا ہوئی تھی اس کا رنگ سبز تھا اور اس پر سورۂ اخلاص منقش تھی وہ بھی میرے ہاتھوں سے نکلی تھی۔"

راستے میں حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کے مریدوں سے شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی ملاقات ہوئی اور ان کو یہ لوگ ساتھ لے کر شیخ عبدالرحمٰن کے پاس پہنچے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا پیام عبدالرحمٰن کو پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا وہ واقعی سلطان الاولیاء اور صاحب تصرف ہیں۔

(قلائد الجواہر ص ۳۶۶ نفحات الانس ص ۷۶۲ تا ۷۶۳)

فیض نظر کے لئے ضبط سخن چاہئے ☆ حرف پریشاں نہ کہہ اہل نظر کے حضور

(۷) ایک مرتبہ شیخ بقا بن بطوہ رحمۃ اللہ علیہ کرامت کے سلسلے میں کچھ فرما رہے تھے کہ ایک صاحب کشف وحال نے عرض کیا

کہ ہمارے دور میں ایک ایسا صاحب حال بھی ہے کہ "جب پیاس بجھانے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالتا ہے تو اس کا ڈول سونے چاندی سے لبریز ہو جاتا ہے اور اگر وہ کسی جانب متوجہ ہوتا ہے تو وہاں سونا ہی سونا بکھر جاتا ہے جب وہ نماز ادا کرتا ہے تو قبلہ اس کے سامنے ہوتا ہے" پھر اس نے اپنے ذات کی طرف اشارہ کیا یہ سن کر شیخ (بقا بن بطوہ رحمۃ اللہ علیہ) نے جب اس کی طرف نظر ڈالی تو اسی وقت اس کا حال سلب ہو گیا اور جب اس نے توبہ کی تو آپ نے فرمایا "جو گزر گیا وہ لوٹ کر نہیں آتا"

(۸) ایک مرتبہ تین فقہاء نے آپ (شیخ بقا بن بطوہ رحمۃ اللہ علیہ) کی امامت میں نماز ادا کی لیکن آپ کی قرأت کو اپنے معیار کے مطابق نہ پا کر کچھ بدظن سے ہو گئے اور جب رات کو سوئے تو تینوں کو احتلام ہو گیا اور جب نہر میں غسل کی نیت سے داخل ہوئے تو ایک بہت بڑے شیر نے ان کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ سردی کی شدت سے تینوں کو ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ان حضرات کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اپنے دلوں میں ندامت محسوس کر کے توبہ کی تو شیر نے کپڑے چھوڑے اور یہ پہن کر واپس ہوئے اور جب شیخ خانقاہ سے برآمد ہوئے تو وہ شیر آپ کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ آپ نے اس کو مارتے ہوئے فرمایا کہ "تو نے ہمارے مہمانوں سے کیوں تعارض کیا؟ گو انہیں ہماری ذات سے بدظنی تھی" اور جب وہ شیر چلا گیا تو تینوں فقہاء نے آپ کے سامنے توبہ کی تو آپ نے ان سے فرمایا۔ "تم زبانوں کی اصلاح کرتے ہو ہم قلوب کے مصلح ہیں"۔

(قلائد الجواہر ص ۳۶۹ تا ۳۷۰)

غوث اعظم درمیان اولیاء ☆ چوں محمد درمیان انبیاء

(۹) حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت غوث اعظم عالم اور غوث اعظم میں کتنا فرق ہے؟ تو فرمایا کہ معمولی ہے حتی کہ سائل نے تین بار یہی پوچھا اور ہر بار یہی جواب پایا جس سے غوث پاک رضی اللہ عنہ کی غیرت نے جوش مارا اور بہاؤالدین علیہ الرحمۃ کا فیض یک لخت سلب ہو گیا آخر قصیدہ لکھ کر حضور (سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی۔ قصیدہ کا آخری بند ملاحظہ ہو

منم سردر فدائے تو خاکپائے تو
فقیر تو گدائے تو بینوائے تو
بجاں جوئم رضائے تو بدل دارم وفائے تو
کنم دردیدہ جائے تو بامید لقائے تو
بہاؤالدین ملتانی سگ درگاہ جیلانی

فقیر اُویسی غفرلہ نے یہ رسالہ صحیح وجد و دھمال والوں کے لئے لکھا ہے اور جو بطور ریاء و تصنع وجد و دھمال کرتے ہیں ان سے اس رسالہ کا کوئی تعلق نہیں۔ اُمید ہے اہل علم اس سے فائدہ پائینگے اور میرے لئے توشۂ آخرت ہو عوام کے لئے مشعل راہِ ہدایت۔ (آمین)

بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۶ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

بہاول پور۔ پاکستان